مسیحیت و اشتراکیت

پروفیسر سموئیل ڈی چند

ایم۔اے (پنجاب) ایم۔ٹی۔ایچ (پرنسٹن۔یو۔ایس۔اے)

تھیولاجیکل سیمنری گوجرانوالہ

اگست ۱۹۸۱ء

بار اوّل　　تعداد ۵،۰۰۰　　قیمت دس روپے

اِنتساب

کلیسیائے پاکستان کے دانشور اور محنتی پاسبان
عالی جناب آرچڈیکن جوزف عالم گِل صاحب کے
نام

فہرست

دہلیز

زیرِ تصنیف مقالہ "مسیحیت و اشتراکیت" اشاعت کے آخری مراحل میں
ہے، لیکن اِس خیال نے اس وقت جنم لیا جب میں ۱۹۷۷-۷۸ء میں
پرنسٹن سیمنری (یو۔ایس۔اے) میں زیرِ تعلیم تھا۔ وہاں مشرقی راسخ
الاعتقاد کلیسیا کے ایک پریسٹ جو روس میں چھ سال سیمنری میں پڑھتے
رہے، میرے ہم جماعت تھے۔ اُن کی رفاقت سے میں نے اشتراکیت
کے مسیحیوں سے غیر انسانی سلوک کی بہت سی معلومات حاصل کیں۔
۱۹۸۰ء کے اوائل میں افغانستان میں سوویت یونین کی
بہیمانہ مداخلت سے انصاف اور انسانیت کے ہمدردوں کی سیاہ
کاریاں قریب سے نظر آنے لگیں۔ ہمارے ملک کی سرحد کے اُس پار
اشتراکیوں کے قیام سے یوں محسوس ہو رہا ہے گویا اشتراکیت
اپنے خونی ہاتھوں سے پاک سرزمین کے دروازوں پر دستک دے رہی
ہو۔ ملک دشمن پاکستانیوں کی اشتراکی ممالک کے تعاون سے
تخریبی کاریاں اور ان کے اخباری بیانات ہمارے اندیشوں
کی تصدیق کرتے ہیں کہ اشتراکیوں کے ہمارے ملک کے لیے کیا
عزائم ہیں۔

۱۹۸۰ء کے اواخر میں سیمنری فیکلٹی نے مجھے سیمنری کے طلبا کو
"مسیحیت و اشتراکیت" کے موضوع پر درس دینے کے لئے کہا۔ اب
مجھے مخصوص پروگرام کے تحت اس کا مطالعہ کرنا تھا۔ مَیں نے جوں
جوں اس کی تحقیق کی، توں توں اشتراکیت کے کھوکھلے دعاوی،
فریب کاریاں اور انسانیت کش ہتھکنڈوں کے راز مجھ پر افشا
ہونے لگے۔ غریبوں، مزدوروں کے دُکھ درد کی آڑ میں اہلِ روس
کے اپنے استحصالی عزائم ہیں اور وہ مختلف ممالک کو اشتراکیت
کے جھنڈے تلے لا کر انہیں مغربی سامراج کی طرح نوآبادیات کے طور پر
استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ مذہب کے سلسلہ میں اُن کا رویّہ یہ ہے
کہ مذہب کے پرستاروں کا خدا پر ایمان نہ رہے، بلکہ اُن کی
نگاہیں ماسکو پر مرکوز کی جائیں۔

افسوس کا مقام ہے کہ اشتراکیت کے موضوع پر تنقیدی زاویہ
نگاہ سے بہت کم مواد موجود ہے۔ صرف یہ کہہ دینا کہ اشتراکی کافر ہیں،
کافی نہیں، بلکہ اُن کے کُفر کی حقیقت اور ان کے کافرانہ عمل کی
نشاندہی اہلِ ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اس بات کی اشد
ضرورت ہے کہ سیاستدانوں اور اہلِ اقتدار کے علاوہ اہلِ قلم
بھی ان لاخدا نظریات کی تردید میں اپنے افکار کا اظہار فرمائیں،
تاکہ پاکستانی قوم کو اشتراکیت کی فریب دہی سے آگاہ کیا جا سکے۔
یاد رہے کہ اشتراکیت روٹی، کپڑا اور مکان کا دعوےٰ اور وعدہ
کرتی ہے، لیکن اس کے عوض اس کا ایماندار سے یہ تقاضا ہے کہ
وہ اپنے خالق اور پروردگار کے وجود سے انکار کر دے اور صرف

بارے میں اپنے مثبت تاثرات سے میری حوصلہ افزائی کرتے رہے۔
میری دعا ہے کہ قارئین نہ صرف اشتراکیت سے متعلق معلومات
ہی حاصل کریں بلکہ مسیحی عمل کے لئے مذکورہ ہدایات کو اپنا کر
لادینی نظریات کا مقابلہ کرسکیں۔ آمین!

احقر
سموئیل۔ ڈی۔ چند

---

(۳) مذہب و اشتراکیت (۴) مسیحیت و اشتراکیت کا نظریاتی موازنہ۔
(۵) سوویت یونین میں کلیسیا کی ایذارسانی (۶) اشتراکیت اور کلیسیا
کی ذمہ داری چھ ابواب میں منقسم ہے۔

پہلے باب میں مصنف نے نظریۂ اشتراکیت کے سوانح حیات سپردِ
قلم کرنے کے بعد جدید نظریۂ اشتراکیت کے داغ بیل پڑنے کی نشاندہی
کی ہے اور اس امر کی وضاحت کی ہے کہ نظریۂ اشتراکیت کی بنیادیں
فلسفۂ جدید کے نظریہ "جدلیاتی مادیت" پر استوار ہوئی ہیں۔

اِس نظریہ کے اعتبار سے مادہ ازلی و ابدی اور قائم بالذات ہے
لہٰذا ہستی ذاتِ باری تعالےٰ کا عقیدہ مجذوب کی بڑ ہے۔ روح فانی
ہے، لہٰذا حیاتِ انسانی قبر کی تاریکیوں میں الجھ کر رہ جاتی ہے۔ گویا
حیات بعد الممات سراب محض ہے۔ چنانچہ انسان پر واجب و لازم
ہے کہ وہ اسی عارضی زندگی کو معیاری و مثالی بنالے۔ جدلیاتی
مادیت کی رُو سے یہ حیاتِ مستعار، عالمگیر مساوات، غربا کے عدم
استحصال اور غصب جائیداد اور لادینیت ہی سے معیاری و مثالی
ہوسکتی ہے۔ معاشرہ اشتراکیت کے نفوذ ہی سے کمال و عروج
کی چوٹیوں کو چھونے لگتا ہے۔

لیکن کائنات کا سرسری سا مشاہدہ و مطالعہ اِس حقیقت کو
عیاں کر دیتا ہے کہ مادہ اور حرکت یا مادہ اور تغیر لازم و ملزوم ہیں
اور جو شئے متغیر ہو حادث ہے اور جو حادث ہے وہ قائم بالذات
نہیں۔ اور ہر وہ شئے جو قائم بالذات نہ ہو اور حادث ہو، اسے عدم
سے وجود میں لانے کے لئے کسی وجودِ اعلےٰ کی ضرورت لاحق ہوتی

ہے اور یہ وجودِ اعلیٰ ہی ذاتِ باری تعالیٰ ہوگی جو ہر اعتبار سے کامل اور غیر محتاج اور وجودِ حقیقی ہے۔

انسان چونکہ غیر کامل اور ناقص و محتاج ہے، اس لئے وہ اپنی مساعیٔ جمیلہ سے نہ تو معیاری معاشرہ کی تشکیل کر سکتا ہے اور نہ ہی عدل و انصاف کو بروئے کار لا سکتا ہے۔ صرف ذاتِ کامل ہی انصافِ کامل کو معرضِ وجود میں لا کر تمام ستم رسیدوں اور مظلوموں کا انصاف کر سکتی ہے، لہٰذا انصاف کا ایک دن مقرر ہے اور یومِ الدین یا یومِ آخرت ایک حقیقت ہے۔ مزید برآں یوم الدین اور توحید کا تصور ہی ایک مثالی و معیاری معاشرہ کی تشکیل میں ممد و معاون ہو سکتا ہے نہ کہ نظریۂ اشتراکیت۔

عالم بوقلموں کی رنگارنگی اور تنوع اور کثرتِ خارجی میں بے مثال و عدیم النظیر وحدت اور لاثانی مساوات و برابری اور لاجواب توازن و اعتدال پایا جاتا ہے۔ اب انسان اگر اس تنوع و رنگارنگی اور بوقلموں و گوناگوں کیفیات کو ملیامیٹ کر کے مصنوعی و جعلی و وضعی وحدت و مساوات کے قیام کا قصد کرے تو اس کارخانۂ قدرت کا سارا نظام بگڑ جائے، حسنِ کائنات عنقا ہو جائے اور فطرت کی ساری رعنائیاں اور دلکشیاں مفقود ہو جائیں۔

حقِ ملکیت موہبتِ کبریٰ ہے، نظامِ جائیداد قانونِ قدرت ہے، دستورِ ملکیت و مملوکیت تقاضائے فطرت ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر تقاضائے فطرت اور قانونِ قدرت کو داگذار کیا جائے تو دنیا کی ترقی و پیش رفت کے دریا تھم جائیں، پھولوں پر شبنم کا ترشح رُک

جائے اور کلیوں کی بُو باس اڑ جائے اور کارخانہ فطرت پر موت کا سا سکوت طاری ہو جائے۔

نظریۂ اشتراکیت سائنسی نہیں، اس کے نزدیک نظریۂ تاریخ کلی نہیں جزئی ہے۔ اس کی روشنی میں مذہبی عقائد، محبت و حبِ وطن خدمتِ خلق اور سخاوت و ایثار کے چراغ کمتاب بلکہ بے آب ہیں۔ اشتراکیت پیٹ کا مذہب ہے، روحانیت سے جسے کوئی سروکار نہیں۔

مصنف موصوف نے اپنے شاہکار میں اشتراکی نظام، حکومت، پارٹی کی تنظیم، اقتصادی نظام، اقتصادی اثرات اور سیاسی نظام کی آئینہ داری بھی کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ نظریۂ اشتراکیت مذہب سے لاکھ انکار کرے تاہم وہ مذہب سے رہائی حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ لادینیت بھی ایک مذہب ہے۔ مذہب اور دین کی اہمیت و افادیت سے کسے انکار ہوگا لیکن اصلی و حقیقی دینِ الہامی و آسمانی دین ہی ہوگا۔ اس کی کتاب کامل کتاب اور اس کی نبوت کامل نبوت ہوگی اور وہ تمام زمانوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔ وہ مذہب جو انسان کی دماغی کاوش کا ثمرہ ہوگا، اغلاط و اباطیل کا مجموعہ ہی ہوگا۔ الہامی و آسمانی دین مادیت و روحانیت ظاہریت و باطنیت اور دنیا و آخرت کا جامع ہوگا اور اس میں زندگی کے دونوں پہلوؤں کے ارتقاء و پیش رفت کے لوازم فراہم ہونگے۔ دینِ اشتراکیت دینِ مادیت ہے۔ لہٰذا روحانی اطمینان بخشنے سے قاصر ہوگا، اور کاملیت سے خالی و محروم۔

مصنف چونکہ مسیحی علمِ الٰہیات کا عالم ہے۔ لہٰذا اُس نے بڑی جامعیت سے مسیحی عقائد کے محاسن و کمالات کا جائزہ لیتے ہوئے معاشرہ کے فلاح و بہبود اور روحانی و مادی ترقی و پیش رفت کی وجہ اور علتِ مسیحیت کو گردانا ہے، اور مسیحی نظریۂ جائیداد کی کماحقہ توضیح کی ہے کہ حصولِ جائیداد ہر انسان کا فطری حق ہے۔ یہ نعمت خداوندی ہے، یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کا وسیلہ ہے۔ رفاہِ عامہ اور ہمدردی انسان کے بیسیوں اُمور اس سے سرانجام پاتے ہیں اور بالکل یہی نظریہ دین اسلام کا ہے، لیکن نظریۂ اشتراکیت ہر انسان کو حقِ جائیداد سے محروم کر کے قانونِ الٰہی اور فطرتِ انسانی کی بیخ کنی کے درپے ہے۔ مصنف نے سوویت یونین میں اشتراکیت کے ہاتھوں کلیسیا کی ایذارسانی کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے اور آخر میں اس ہولناک انقلابی فلسفہ سے نپٹنے کے لئے اجتماعی اور انفرادی اُصول پیش کئے ہیں۔

سیلابِ اشتراکیت چارسُو رواں دواں ہے۔ اسکی خونچکانیاں اور تباہ کاریاں سب پر عیاں ہیں۔ لہٰذا اسلام اور اہلِ مسیحیت کے غیرت مند اصحابِ قلم پر واجب و لازم ہے کہ وہ اپنے ادب پاروں سے اس کے سدباب کے لئے کمربستہ ہوں۔

پروفیسر یوسف جلیل

ایم۔اے (عربی، اسلامیات۔فارسی۔اردو) (پنجاب)

ایم۔او۔ایل (پنجاب)

****

کلیسیا میں خداوند نے اپنے جلال کے لئے مختلف لوگوں کو مختلف نعمتیں دی ہیں۔ تاریخ کلیسیا کے اوائل ہی سے اہلِ قلم ایمانداروں نے مخالفِ مسیحیت بدعتوں کی نشاندہی کی، تاکہ ایماندار ان کی غلط بیانیوں سے گمراہ نہ ہوجائیں۔ بیسویں صدی میں مخالفِ مذہب بدعت اشتراکیت نے اپنے ظلم و تشدد سے انسان کو ہراساں کر رکھا ہے۔ بعض لوگ اُس کے اقتصادی نعروں اور وعدوں سے اس کے دامِ فریب میں پھنس جاتے ہیں۔ لیکن جب کسی ملک پر اشتراکیت کے بادل چھا جائیں، تو وہاں کے شہری اس کی پابندیوں سے گھٹن سی محسوس کرتے ہیں۔ اس سے انسان کی آزادی سلب ہوجاتی ہے۔ اسے ہر ایک شخص اشتراکی جاسوس نظر آتا ہے۔ حتےٰ کہ کلیسیا میں اِسی شک کی بنا پر باہمی اعتماد کے اُٹھ جانے سے کلیسیا کی رفاقت پریشان ہوجاتی ہے، خاندان میں والدین اپنے بچوں سے آزادانہ بات کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ غرضیکہ خاندانوں، سماج اور ارکانِ کلیسیا میں عدمِ اعتماد کی دیوار کھڑی ہوجاتی ہے۔

مجھے فخر ہے کہ زیرِ تصنیف مقالہ "مسیحیت و اشتراکیت" کے مصنف پروفیسر سموئیل۔ڈی۔چند کا تعلق میری ڈایوسیس سے ہے۔ انہوں نے بڑی محنت سے اشتراکیت کو مختلف زاویوں سے چھان پھٹک کر سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے اُن کی تحریر سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ انہوں نے اس ازم کے لباس فریب کو تار تار کر کے اُسے اسکے اصلی

رکھ پیش آپ کے سامنے لا کھڑا کیا ہو۔ اشتراکیت بذاتہٖ استحصالی فلسفہ پر مبنی ہے، اور لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لئے استحصال کے خلاف پرچار کرتی ہے اِس سے بڑھ کر اور کیا خود فریبی ہو سکتی ہے کہ خود مجرم ہی مسندِ انصاف پر بیٹھ کر جرائم کی سزا دینے لگیں۔
اشتراکیت کی چالوں اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب کلیسیا کے قائدین اور عوام دونوں کے لئے مفید ثابت ہوگی۔
میری دُعا ہے کہ خداوند اِس تصنیف کو اپنی کلیسیا میں اپنے جلال کے لئے استعمال کرے۔

بشپ جانسٹن صفدر قادر بخش

(سیالکوٹ ڈایوسیس)
ماڈریٹر بشپ، کلیسیائے پاکستان

****

زیرِ عنوان تصنیف "مسیحیت و اشتراکیت" پروفیسر سموئیل۔ ڈی۔ چند صاحب کی تدریسی مساعی کا نتیجہ ہے۔ اِس کتاب کو ابتدائی طور پر سیمنری کے طلبا کی تدریس کے سلسلہ میں آزمایا گیا جس سے طلباء نے استفادہ کیا۔
اِس کتاب میں مُصنف نے کوشش کی ہے کہ اوّلاً ان لوگوں کو اشتراکیت کے بارے میں آگاہی دی جائے جو یا تو اس مرض کے بارے میں ناواقف ہیں یا بہت کم واقف ہیں۔ ثانیاً۔ اس وبا سے واقف لوگوں کو یاد دلایا جائے کہ اشتراکیت سماج میں گھُن کی حیثیت رکھتی ہے۔ میرے ذاتی خیال میں اِس امر کی بہت ضرورت ہے کہ ہمارے لوگ اشتراکیت جیسے بڑھتے ہوئے مرض سے واقف ہو جائیں۔ یہ کتاب نہ صرف اِس مرض کی تشخیص بلکہ بہت حد تک اس کا علاج بھی مہیّا کرتی ہے۔
مصنف نے اِس کتاب کو مسیحی نکتۂ نگاہ سے احاطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے کیونکہ اشتراکی لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے بائبل کے متعدد حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ اِس تحقیقی مقالہ میں اِس غلط فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ مسیحیت اور اشتراکیت میں آسمان و زمین کا فرق ہے اور اشتراکیوں کی فریب کاری سے بچنے کے لئے اس مواد کا مطالعہ یقیناً سود مند ہے۔
مُصنّف نے نہایت عرق ریزی اور محنتِ شاقہ سے اِس

کتاب کو تیار کیا ہے۔ زیرِ دستخطی نے اِسے بغور پڑھا ہے۔ اُمید
واثق ہے کہ قارئین کرام یقیناً اِس کتاب کو پڑھ کر اشتراکی ہتھکنڈوں
اور گمراہ کن پروپیگنڈے سے اپنے آپ کو محفوظ پائیں گے۔ یسوع
کے خُون میں فتح ہے اور صلیب کا پیغام نجات پانے والوں کے
لئے خدا کی قدرت ہے، اگرچہ ہلاک ہونے والوں کے لئے بیوقوفی
ہے۔ یہی اِس کتاب کا مرکزی پیغام ہے۔ کیونکہ اشتراکیت یا کوئی اور
اِزم قطعاً نجات نہیں دے سکتا۔ نجات کا پیغام صرف اور صرف
مسیح کی صلیبی موت میں ہے۔ اِس لئے اِس کتاب میں اشتراکیت
اور مسیحیت کا موازنہ پیش کیا گیا ہے۔

میری دعا ہے کہ خداوند قارئین کو اِس کتاب کے مُطالعہ سے
برکت بخشے اور مصنف کو اور زیادہ زورِ قلم عطا فرمائے۔

پادری اقبال نثار

پرنسپل تھیولاجیکل سیمنری گوجرانوالہ

****

پروفیسر سموئیل۔ ڈی۔ چند نے "مسیحیت و اشتراکیت" کے عنوان
سے ایک سنجیدہ مقالہ لکھا ہے۔ اِس کے پہلے چار ابواب مَیں نے
پڑھے ہیں۔ اور جس بات سے مَیں بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں، وہ
ان کی طرزِ تحریر کی اعتدال پسندی ہے۔ کسی جگہ بھی کسی نظریئے کو
شدومد کے ساتھ ردّ کیا گیا ہے اور نہ ہی کسی چیز کی تعریف میں
زمین و آسمان کے قلابے ملائے گئے ہیں۔

سلاست اور سادگی سے لکھی ہوئی اِس کتاب میں اشتراکیت
کی وجۂ آغاز، وجۂ فروغ اور زمانۂ حال میں اس کی وجۂ ناکامی
نہایت حقیقت پسندانہ انداز میں بیان کی گئی ہے۔ مسیحی اصولوں
اور سچائیوں پر بھی نہایت تحمل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس
طرح اس تحریر میں جاذبیت اور متاثر کرنے کی قوّت کو بہت اچھی
طرح قائم رکھا گیا ہے۔

میرے نزدیک یہ کتاب اساتذہ، طلبا اور پڑھے لکھے انسان
کے لئے نہ صرف ذہنی آسودگی اور رُوحانی تسکین کا باعث ہوگی
بلکہ اس میں بہت سے ایسے سوالات کے محققانہ جواب دیئے
گئے ہیں جو موجودہ انسان کے ذہن میں کبھی نہ کبھی ضرور اُبھرتے ہیں۔
پروفیسر سموئیل ڈی۔ چند اِس ادبی، تحقیقی اور سماجی خدمت
کے لئے ہم سب کے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔

بشپ ڈاکٹر جان جوزف فیصل آباد

****

زیرِ نظر کتاب "مسیحیت و اشتراکیت" اپنی نوعیت میں ایک انوکھی
اور جامع تصنیف ہے جسے مصنف نے شائع کر کے موجودہ اور آئندہ
نسل کے لوگوں پر بہت احسان کیا ہے۔

اس کتاب کے مصنف پروفیسر سموئیل۔ ڈی چند صاحب نے
اس اہم موضوع کے بارے میں معلومات کا ایک خاصا ذخیرہ فراہم
کیا ہے۔ کارل مارکس ایسے موجودہ اشتراکیت کے بانی کے نظریات
اشتراکیت کے مفہوم و ماہیت، اشتراکیت کے حامیوں کے بے
بنیاد دعاوی اور نظریات سے روشناس کرایا ہے۔ اشتراکیت
کا نظریہ ہے کہ خدا انسان کا خالق نہیں بلکہ خدا انسان کے توہمات
کی تخلیق ہے۔ اِس فانی انسان کا کوئی غیر فانی خدا نہیں ہے۔

ہم اِس وقت مادیت کے دور میں سے گذر رہے ہیں انسان
خدا پرستی کی بجائے مادہ پرستی کا دلدادہ بن چکا ہے۔ مذہب سے
بیزار ہو کر مادیت کا پرستار بن گیا ہے۔ افرادِ عالم سخت پریشانی
اور الجھن میں ہیں اور اطمینانِ قلب کھو بیٹھے ہیں۔ لہٰذا انسان کو مادہ پرستی
اور اشتراکیت سے بچانے کے لئے ایسے لٹریچر کی اشد ضرورت ہے
جو اُس کے لئے ایک مشعلِ راہ ہو۔ یہ ایک معلوماتی تصنیف ہے اور اشتراکیت
ایسے گمراہ کن نظریات سے بچنے کے لئے آگاہ کرتی ہے۔
میری دعا ہے کہ یہ تصنیف قارئینِ کرام کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو۔

ولیم۔ کے۔ مل

ایگزیکٹو سیکرٹری، نیشنل کونسل آف چرچز پاکستان

پاکستان کلیسیاؤں میں پروفیسر سموئیل۔ ڈی۔ چند کی تصنیفات و
تراجم بیحد مقبول ہیں۔ علاوہ ازیں پروفیسر صاحب آج مسیحیت کی
ساکھ برقرار رکھنے کی مساعی میں مشغول ہیں۔

اُن کی سوچ اِس امر کی عکاسی کرتی ہے کہ وہ بدعات کے دشمن
ہیں۔ اشتراکیت ایک اقتصادی بدعت ہے جس کی تنگ نظری
اور نظریاتی بے بسی کی نہایت واضح طور پر نشاندہی کی گئی ہے۔
میرے خیال کے مطابق جب کسی حقیقت کو جزوی طور پر
پیش کیا جائے اور اُس کے کُل کو نظرانداز کر دیا جائے، تو
یہی بدعت کہلاتی ہے۔ اشتراکیت تاریخِ انسانی میں صرف
اقتصادی محرکات کو معاشرہ کے نشیب و فراز کا سبب گردانتی
ہے۔ پروفیسر موصوف نے کارل مارکس کے ایسے جزوی نظریات
کی تردید کرتے ہوئے حقائق و دلائل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔
اس سلسلہ میں ان کی تصنیف "مسیحیت و اشتراکیت" منظرِ عام پر
آ رہی ہے۔ مجھے اُمید ہے متزلزل اور غیر مستقل مزاج لوگ اس
کاوش سے استحکامِ ایمان حاصل کریں گے۔

اہلِ نظر مسیحی علماء میں سے پروفیسر صاحب ایک ایسی
منفرد شخصیت ہیں جو کہ اشتراکی و سامراجی نظریات کے خلاف
نبرد آزما ہیں۔ ان کی یہ کاوشیں نہ صرف ماضی میں بلکہ آج بھی
پاکستانی کلیسیا کے لئے سودمند ہیں۔

پاسٹر حزقی ایل سروش چیئرمین فل گاسپل اسمبلیز آف پاکستان

پہلا باب

کارل مارکس اور اشتراکیت

غیر معمولی ذہانت اور منفرد شخصیت کا مالک اور موجودہ اشتراکیت
کا بانی کارل مارکس ۵ مئی ۱۸۱۸ء کو جرمنی کے قصبہ ٹرائر میں پیدا ہوا۔
اس کا یہودی خاندان سے تعلق تھا جس کا طویل سلسلہ ربیوں پر مشتمل
تھا۔ اس کا باپ وکیل تھا اور جب کارل مارکس چھ برس کا تھا تو اس
کے والدین نے مسیحیت کو قبول کیا۔ لیکن اس تبدیلیٔ مذہب کی وجہ
روحانی فیوض کی نسبت مادی مفادات تھے۔ پورے خاندان کو بپتسمہ دیا گیا۔
لیکن مابعد کارل مارکس نے زندگی کے موڑ پر اس واقعہ کے متعلق اپنے
خیالات کا یوں اظہار کیا "حقیقت تو یہ ہے کہ میں تمام دیوتاؤں سے
متنفر ہوں گو اس کی پرورش ایک پروٹسٹنٹ مسیحی کی حیثیت سے ہوئی
لیکن اوائل عمر میں ہی اس نے مذہب کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ تاہم یہودی
ربیوں کے شجرۂ نسب کے تعلق سے دو امور اس کی ذات اور فلسفہ
سے خاص طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ اول، اسکی سوچ اور فکر میں
ایک خاص اختیار موجود ہے، دوم، وہ اپنے فلسفہ کے مطابق ایک

مسیحائی دور کے دیکھنے کا متمنی ہے۔ جس کے مطابق اونچ نیچ کا تصور
مفقود ہوگا۔ آقا و غلام میں کوئی امتیاز نہ ہوگا اور جہاں کوئی ظالم کسی
مظلوم کا استحصال نہ کرے گا۔ درحقیقت یہودیت کے بعض فرقوں میں موت کے بعد
زندگی اور دوسری دنیا اور فردوس کا کوئی واضح تصور موجود نہیں ہے۔
بلکہ وہ اس مادی دنیا کو امن و آشتی کا گہوارہ دیکھنے کے متمنی رہے
ہیں۔ اور یہ بھی کوئی اتفاقیہ امر نہیں کہ مارکس سے لے کر اب تک بہت سے
اشتراکی مفکرین کا تعلق یہودیت سے رہا ہے۔

مارکس نے ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کی اور بعد ازاں اس
نے قانون اور فلسفہ میں امتیازی حیثیت حاصل کی۔ ۱۸۴۱ء میں اس
نے جینا یونیورسٹی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لئے مقالہ پیش کیا۔ اسے
اُمید تھی کہ وہ یونیورسٹی میں پروفیسر کی حیثیت سے اپنے سماج کی خدمت
سرانجام دے سکے گا۔ لیکن اس کے انقلابی نظریات کی بنا پر اسے یہ مقام
نہ ملا۔ تاہم اس نے صحافت کو اپنا ذریعہ معاش اور ذریعۂ اظہار خیال بنا
لیا۔ اور ایک جدت پسند اخبار کی ادارت سنبھال لی۔ ۱۸۴۳ء میں مارکس
حالات کے ناساز گار ہونے کے باعث جرمنی سے چلا گیا۔ لیکن جرمنی کو
خیرباد کہنے سے قبل ہی اس کے ذہن پر جرمنی کے مشہور فلسفی ہیگل اور فیور
باخ کے فلسفہ کا اثر مرتسم ہو چکا تھا۔ پیرس میں اس کی ملاقات ہیگل کے
شاگرد پیرودھن سے ہوئی جو معاشرتی نظام کو اقتصادی عوامل کی روشنی
میں متشرح کرنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ ۱۸۴۵ء میں وہ اینگلز
کی معیت میں انگلستان گیا، جہاں اسے "انجمن تعلیم مزدوراں" سے متعارف کرایا
گیا۔ مارکس ان کی سنجیدہ فکری اور کاوش و لگن سے بہت متاثر ہوا اور

انگلستان سے واپسی پر برسلز میں محنت کشوں کی انجمن بنائی جس کا وہ
خود بھی ممبر بن گیا۔ ۱۸۴۷ء میں لندن میں "انقلابی کارکنوں" کی پہلی کانگرس
کا انعقاد ہوا۔ انہوں نے اس تنظیم کو کمیونسٹ لیگ کا نام دیا۔ اسی
کمیونسٹ لیگ کی دوسری کانگرس نے کارل مارکس سے تنظیم کے لیے
منشور تیار کرنے کو کہا۔ چنانچہ بعدازاں کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز
نے ۱۸۴۸ء میں اشتراکی تنظیم کا شہرہ آفاق منشور "مینی فیسٹو" تیار کیا۔
زندگی کے آخری ۳۴ سال اس نے انگلستان میں گزارے اور وہاں نیویارک
ٹریبون کے نامہ نگار کے طور پر بھی کام کرتا رہا۔ اس نے ۱۸۶۴ء میں پہلی
بین الاقوامی انجمن کے قیام میں مدد دی اور ۱۸۷۰ء تک اس کی قیادت
کی باگ ڈور بھی اپنے ہاتھ میں تھامے رکھی۔

سماج میں پسماندہ اور بچھڑے ہوئے طبقات کے حامی کارل مارکس
نے غربت و افلاس کو اپنی خاندانی زندگی میں قریب سے دیکھا ہے اور مفلسی
کی تلخیوں کو اپنے جذبات و احساسات میں شدت سے محسوس کیا ہے۔ اس
کے ایک ہمعصر کے مطابق "وہ لندن کی انتہائی پس ماندہ اور ارزاں ترین
نواحی بستی میں رہتا ہے۔ اس کے پاس دو کمرے ہیں، کسی بھی کمرے میں
صاف ستھرے یا عمدہ فرنیچر کا نشان تک نہیں۔ ہر شے ٹوٹی ہوئی، شکستہ
حال اور پھٹی پرانی ہونے کے ساتھ ساتھ دھول مٹی سے اٹی ہوئی ہے
اس کے مسودات، کتب و اخبارات اور بچوں کے کھلونے اس کی بیوی
کی ٹوکری سے نکلے ہوئے کپڑوں کے ٹکڑے وغیرہ، شکستہ کناروں والے
پیالے، گندے چمچے، چھریاں، کانٹے، چراغ، سیاہی کی دوات، آبدان، پائپ
تمباکو کی راکھ وغیرہ تمام تر اشیا ایک ہی میز پر سجی ہوئی ہیں۔ کمرے میں داخل

ہوتے ہی ایندھن اور تمباکو کے ملے جلے بدبودار دھوئیں میں دم گھٹنے
لگتا ہے۔ بیٹھنا دشوار ہو جاتا ہے، کسی جگہ تین ٹانگوں والی کرسی ہے
اور ایک کرسی جو بظاہر ٹھیک معلوم ہوتی ہے، بچوں کے کھانا پکانے
کے کھیل کا سامان بنی ہوئی ہے۔ ملاقاتی کو یہی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔
بچوں کا کھیل تماشا ختم نہیں ہوتا۔ اور اگر آپ بیٹھ جائیں تو آپ کو
اپنی پتلون کی خرابی کا خطرہ مول لینا ہوگا۔ تاہم یہ تمام چیزیں مارکس اور
اس کی بیوی کو قطعاً پریشان نہیں کرتیں۔ آپ کا استقبال والہانہ اور
گرمجوشی سے کیا جائے گا اور آپ کو پائپ، تمباکو اور جو کچھ بھی موجود
ہو گا پیش کیا جائے گا۔ ساتھ ہی حکمت و دانش سے بھرپور اور دل
آویز گفتگو کا آغاز ہو گا جو تمام خانگی کمزوریوں کا نعم البدل بن جائیگی
اور بے آرامی کا احساس قابل برداشت معلوم ہونے لگے گا"۔
غربت کے اس دور میں اُسے تین بچوں کی رحلت کا دکھ سہنا پڑا لیکن
ان تمام مشکلات اور پریشان کن حالات میں بھی ان کی خاندانی زندگی
کا ماحول خوشگوار رہا۔

لندن میں اس کی قلمی کاوشیں اور گاہے گاہے اینگلز کے
تحائف اس کا ذریعۂ روزگار تھے۔ باپ کی موت کے بعد اینگلز
اپنی جائیداد کا واحد مالک تھا۔ اور وہ حسب خواہش اپنے دوست
کی مدد کر سکتا تھا۔ اب مارکس اور اس کے خاندان نے رہائش کے
لئے ایک بہتر مکان لے لیا اور وہ اپنی تصانیف پر اور محنت
سے کام کرنے لگا۔ اپنے نظریات کی تحریری تکمیل کرتے کرتے یہ
مفکر ۱۸۸۳ء میں وفات پا گیا۔

اشتراکیت کی ماہیت

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ مفکرین و فلسفی ہمیشہ اپنے گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہو کر اپنے نظریات قائم کرتے ہیں۔ حقائق کائنات میں موجود اور عوامی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ لیکن مفکرین اپنے عمیق مشاہدہ سے ماحول کو کئی زاویوں سے جانچتے پرکھتے ہوئے نسلِ انسانی کو ایک نئی سوچ سے متعارف کرتے ہیں۔

کارل مارکس کے فلسفۂ اشتراکیت میں اقتصادی سماجی مساوات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ وہ انسان کا انسان کے ہاتھوں اقتصادی استحصال دیکھ نہیں سکتا اور وہ ایک ایسے مثالی سماج کے وجود کو دیکھنے کا متمنی ہے جہاں سب انسان برابر ہوں۔ جہاں پیداواری وسائل پر کسی ایک مختصر طبقہ کی اجارہ داری نہ ہو، جہاں ہر ایک انسان سے اُس کی اہلیت کے مطابق کام لیا جائے اور اُس کی ضرورت کے مطابق معاوضہ دیا جائے۔ یہی اشتراکیت ہے۔ لیکن اس اقتصادی ڈھانچہ کی تشکیل کے لئے انیسویں صدی کے مزدوروں کی ناگفتہ بہ حالت بہت حد تک اُس کے اس فلسفہ پر اثر انداز ہوئی۔ مارکس کے زمانہ میں مشینوں کا رواج عام ہو چکا تھا، اور صنعتی انقلاب میں افرادی قوت کی جگہ مشینوں نے لے لی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مزدوروں کی ایک کثیر تعداد بے روزگاری کی لعنت کا شکار ہو گئی۔ اور جو لوگ کارخانوں میں کام کرتے بھی تھے، ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ان سے بارہ بارہ، چودہ

چودہ گھنٹے روزانہ کام لیا جاتا تھا۔ سرمایہ داران کی صحت کا کوئی خیال نہ رکھتے تھے، حادثہ کی صورت میں انہیں کوئی معاوضہ نہیں دیتے تھے۔ تاہم انہیں اپنی گذراوقات کے لئے اِن غیر انسانی شرائط کے تحت کام کرنا پڑتا تھا۔ اس ناخوشگوار صورتِ حال سے مزدوروں میں بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ سرمایہ داروں کے استحصالی رویّہ سے مزدوروں کے دلوں میں اُن کے لئے نفرت کا لاوا اُبل رہا تھا۔

چنانچہ کارل مارکس کے دور میں سرمایہ داری نظام، مزدوروں کے استحصال خود اس کی اپنی مفلوک الحال زندگی اور مفلسی کی تلخیوں نے جدلیاتی مادیت کے تصوّر کو جنم دیا۔

جدلیاتی مادیّت Dialectical Materialism

جدلیات۔ یونانی لفظ dialektike کے مفہوم کو پیش کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب فنِ تقریر، استدلال و مباحثہ ہے۔ قدیم زمانہ میں استدلال و مباحثہ کے ذریعہ مخالف نظریات و دلائل کی روشنی میں حقیقت کو معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس مباحثہ میں مخالفین، متضاد نظریات کے اہم نکات کو ایک دوسرے کے دلائل سے اخذ کرتے تاکہ حقائق کا تعین کیا جاسکے۔

جدلیاتی طریقہ تین عناصر پر مشتمل ہے۔ ۱۔ دعویٰ۔ یہ مثبت تصوّر یا قوّت ہے۔ ضد دعوے۔ یہ مخالف قوّت یا تصوّر ہے۔ ۳۔ امتزاج ضدین:۔ یہ دعوے اور ضد دعوے کے ٹکراؤ سے پیدا ہوتا ہے اور اس میں دونوں کے عناصر شامل ہوتے ہیں۔ جدلیاتی طریقہ کو مندرجہ

ذیل نقشہ سے بہتر طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

دعوے
امتزاج ضدین
ضد دعوے

کارل مارکس نے کائنات کے مادی تصور کو جدلیاتی طریقہ کے ساتھ ملا کر پیش کیا۔ یاد رہے کہ مارکس کا یہ نظریہ کافی حد تک جرمنی کے فلسفی ہیگل کے فلسفہ سے بہت متاثر ہے۔ ہیگل نے کائنات کی ماہیت کی تشریح کرنے کے لئے جدلیاتی طریقہ کا استعمال کیا اور یہ نظریہ پیش کیا کہ کائنات تاریخی طور پر ترقی پذیر رہی ہے۔ دنیا جامد نہیں بلکہ متحرک ہے اور یہ ادنےٰ سے اعلےٰ حالت کی طرف مسلسل ترقی کرتی جاتی ہے اور اس ترقی میں روح، تصور اور خیال قوتِ محرکہ ہیں۔ وہ اس جدلیاتی طریقہ کی یہ مثال پیش کرتا ہے کہ انڈے میں پائے جانے والے جرثومہ سے ترقیٔ حیات کی پوری جدلیت کا عمل دیکھا جا سکتا ہے۔ انڈے میں ایک جرثومہ ہوتا ہے جو بتدریج نشو و نما پا کر انڈے کے اجزا کو ختم کر دیتا ہے۔ تخریب کا یہ عمل موت کا باعث نہیں بنتا بلکہ ایک نئی زندگی کو جنم دیتا ہے، جو اپنی فطرت کے لحاظ سے اپنے منبع (جرثومہ) یا اپنے ماحول (انڈے کے اجزاء) سے یکسر مختلف چیز ہے۔ جرثومہ۔ دعوے ہے، انڈہ ضد دعوے ہے، اور چوزہ امتزاج ضدین ہے۔ مارکس نے ہیگل کے نظریہ کو تو رد کر دیا لیکن اپنے فلسفۂ مادیت کے لئے جدلیاتی طریقہ لے لیا۔

تاہم مارکس نے جدلیات کے طریقہ کو نہایت خوش اسلوبی سے استعمال کیا۔ ہیگل نے تو یہ طریقہ ماضی اور حال کی تشریح کیلئے استعمال

کیا تھا۔ مارکس اور اینگلز نے اس طریقہ کا نہ صرف ماضی اور حال کی تشریح پر اطلاق کیا بلکہ انہوں نے اُسے مستقبل کے تعین کے لئے بھی استعمال کیا۔ اُنکی سوچ کے مطابق یہ نہ صرف ماضی کو سمجھنے کا ذریعہ ہے بلکہ حال اور مستقبل کے لئے ایک راہنما اصول بھی ہے۔

اشتراکیوں کے نزدیک جدلیاتی طریقہ نہ صرف کائنات کی ترقی کے عمومی اصولوں کو سمجھنے کے قابل بناتا ہے بلکہ یہ تاریخ کو سمجھنے کا ایک موثر ترین ذریعہ بھی ہے۔ ان کا یقین ہے کہ معاشرہ پر اس اصول کے اطلاق سے وہ انسان کے ماضی کا تجزیاتی مطالعہ کر سکتے ہیں، اور موجودہ سماجی تعلقات کو سمجھ سکتے ہیں، اور معاشرہ کے مستقبل کی ترقی کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ اشتراکی نظریہ کے مطابق جدلیاتی مادیت میں تین اصول کارفرما ہیں (۱) قانون اتحاد اور جہد مخالف کا اصول (۲) منفی اصول (۳) جستِ اچانک کا اصول۔

۱۔ قانونِ اتحاد اور جہد مخالف کا اصول

قانونِ اتحاد اور جہد مخالف کے اصول کے مطابق تمام مادہ میں ایک موروثی تضاد پایا جاتا ہے، جس سے اس کی مزید ترقی ہوتی ہے۔ اس اصول کے ثبوت میں وہ بجلی میں مثبت اور منفی عناصر کی مثال پیش کرتے ہیں۔ اور اس اصول کے تحت انسانی جسم میں مسلسل تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ خلیے بنتے اور ختم ہوتے رہتے ہیں۔ مارکس اور اینگلز کے مطابق سماجی نظام کے مخالف طبقات میں تضاد و مخالفت موجود ہے۔ اشتراکیوں کا خیال ہے کہ مادی ارتقاء کوئی اتفاقی امر نہیں

ہے بلکہ یہ ادنیٰ سے اعلیٰ سطح کی طرف مسلسل ترقی کرتا جاتا ہے۔ اِس اصول کے مطابق کسی بھی چیز میں مخالف عناصر کا ایک دوسرے پر انحصار ہے یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ مخالفین کا تعلق لازم و ملزوم ہے۔ سرمایہ دار معاشرہ میں بورژوائی (سرمایہ دار) اور پرولتاری (مزدور) کا تعلق اسی اصول کے مطابق ہے۔ اِن میں سے کوئی ایک طبقہ دوسرے طبقے کے بغیر ترقی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ نہ تو بورژوائیوں کا پرولتاریوں کے استحصال کے بغیر گذارہ ہو سکتا ہے، اور نہ ہی پرولتاری بورژوائیوں کے ہاں اپنی محنت فروخت کئے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں۔ اشتراکی ان تضادات کو معاشرہ کی ترقی کی تشریح کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ اصول جدلیاتی فلسفہ میں اس قدر اہم ہے کہ لینن نے اس اصول کو "جدلیات کے نمک" سے منسوب کیا ہے۔

۲- اُصول نفی

جدلیاتی مادیت کی زنجیر کی دوسری کڑی، اصول نفی ہے۔ اس کے مطابق ہر ایک ترقی پذیر متحرک شے کی ذات میں نفی کا اصول کارفرما ہے۔ نقشہ میں دکھایا گیا ہے کہ ہر ایک دعوے کی ضدِ دعوے سے نفی ہوتی ہے۔ اور یوں امتزاج ضدین تشکیل پاتا ہے۔ اِس کے مقابلہ میں پھر امتزاج ضدین ایک نیا دعوےٰ بن جاتا ہے، اور اس کا ضد دعوےٰ وجود میں آتا ہے۔ مسلسل مراحل میں ہر ایک قدم ترقی کے اعلیٰ مدارج کو پیش کرتا ہے۔

اشتراکی، اصول نفی کو عددی اضافہ یا چیزوں کی دوبارہ پیداوار

کی تشریح کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اصل چیز کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ ارتقائی مراحل میں ترقی کرکے دُگنی ہو جائے۔ پودا اپنے بیج کی نفی کے نتیجہ کے طور پر ترقی کرتا ہے۔ پودا بڑھتا ہے، پھول پھل لاتا ہے، اور یوں اور بہت سے بیج پیدا کرتا ہے، اور نتیجتہً اصل پودا ختم ہو جاتا ہے، یا یوں کہیئے کہ اس کی نفی ہو جاتی ہے۔ تاہم اس عمل نے مزید پودوں کو جنم دیا۔

ارتقائی عمل میں فلسفۂ اشتراکیت کے مطابق جو غیر مروجہ اور متروک ہے، اس کی نفی ہو جاتی اور جو کچھ اچھا ہے، باقی رہ جاتا ہے اور کمتر سے اعلیٰ مرحلہ تک ترقی پذیر ہوتا ہے۔ اصول نفی کا معاشرتی نظام پر اطلاق کرنے سے اشتراکی یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ جاگیرداری نظام کی سرمایہ داری نظام سے نفی ہوئی جس میں ترقی پذیر سرمایہ داری نظام نے، غیر مروجہ جاگیرداری نظام کو بیکار سمجھ کر ردّ کر دیا۔ اور یوں جدلیاتی مرحلہ میں احسن پہلوؤں نے ترقی کی۔

۳- جستِ اچانک کا اصول

جدلی مادیت کا تیسرا اصول جستِ اچانک ہے۔ اس اصول کے مطابق کئی مقداری تبدیلیوں کے بعد، کیفیتی تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ اشتراکی اس کی یہ مثال پیش کرتے ہیں کہ پانی یا تو برف بن جاتا ہے یا پھر بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے۔ حرارت پانی کو ایک خاص درجہ کھولاؤ پر اچانک بھاپ میں تبدیل کر دیتی ہے۔ پانی کا بھاپ میں تبدیل ہونا خصوصی تبدیلی ہے۔ جدلیاتی مادیت کا یہ بنیادی اصول ہے کہ کسی نئی تشکل کے معرضِ وجود

میں آنے کے لئے، مقداری تبدیلیوں کا سلسلہ اور جست اچانک دونوں
لازمی ہیں۔ مقداری تبدیلیوں سے مختلف اشکال وجود پذیر ہوتی ہیں۔
جبکہ وجودِ حقیقی، جست اچانک کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اس استدلال پر اشتراکی، انسان کے ارتقاء کی تشریح کرنے کی
بھی کوشش کرتے ہیں۔ وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ بے جان اشیاء
مقداری تبدیلیوں کے مسلسل عمل سے گزری ہیں اور اپنے دورِ ارتقاء
میں جستِ اچانک سے زندہ وجود میں تبدیل ہوگئیں۔ کئی مقداری تبدیلیوں
کے ایک اور سلسلہ کے بعد جستِ اچانک سے حیوانات میں انسانی ذہن
کا اضافہ ہوا۔ اور یوں انسان وجود میں آگیا۔ اشتراکی، سماجی نظام پر اس
دلیل کا اطلاق کرتے ہوئے یہ دعوے کرتے ہیں کہ انقلاب وہ جستِ
اچانک ہے جس سے بالکل نیا معاشرہ جنم لیتا ہے۔

جدلی مادیت کی خامیاں

اشتراکی یہ دعوے کرتے ہیں کہ جدلیاتی طریقہ ہر ایک طرزِ استدلال
سے افضل و اکمل ہے۔ لیکن یہ جدلیاتی اصول، تجزیہ کرتے ہوئے کسی بات
کی تشریح نہیں کرتے۔ اصولِ اتحاد اور جہد مخالف کے اصول سے اس بات
کو تو ثابت کیا جا سکتا ہے کہ مادہ متحرک ہے، لیکن جدلیاتی اصول اس
مادہ کے متحرک ہونے کی توجیہہ پیش نہیں کرتے۔ بائبل مُقدس کے علاوہ دوسرے
غیر مادی فلسفہ دان اس متحرک مادہ کی یوں تشریح کرتے ہیں کہ اس کائنات
میں ایک محرک کا وجود ہے اور وہ ذاتِ الٰہی یعنی خدا ہے۔

اصولِ نفی اور جستِ اچانک اور دیگر اصول جو جدلیاتی عمل پر

مادی ہیں، کسی بات کی تشریح نہیں کرتے بلکہ وہ ظاہری واقعات کو صرف
بیان کرتے ہیں۔ یہ ایک عام فہم بات ہے کہ پودا ختم ہونے سے پہلے بیجوں
کو جنم دیتا ہے اور حرارت سے پانی ایک خاص نقطہ پر بھاپ بن جائیگا۔
لیکن کائنات میں ان قابلِ مشاہدہ حقائق کو صرف بیان کرنا ہی انکی توجیہہ
و تشریح نہیں ہے۔

تاہم جدلیاتی اصول کی اس خامی کے باوجود، غیر اشتراکیوں کے لئے
اسے سمجھنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ محض نظریات ہی نہیں بلکہ اشتراکیوں
کے لئے حال و مستقبل کے تعین کے لئے عملی اصول بھی ہیں۔

تاریخ کی مادی تشریح

اشتراکی، تاریخ کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ یہ ایک مادی مرحلہ ہے
جس میں طبقاتی جدوجہد نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ اشتراکی منشور
کے مطابق :-

"آج تک تمام سماجوں کی تاریخ طبقاتی
جدوجہد کی تاریخ ہے۔ آزاد و غلام . . .
جاگیردار اور زرعی غلام آجر مزدور غرضیکہ
ظالم اور مظلوم مسلسل ایک دوسرے کے
خلاف صف آرا رہے ہیں۔ کبھی کھلے بندوں
اور کبھی در پردہ ہمیشہ ایک دوسرے سے
برسرِ پیکار رہے اور ہر بار اس لڑائی کا انجام
یہ ہوا کہ یا تو نئے سرے سے سماج کی انقلابی

تعمیر ہوئی یا آپس میں مصروف پیکار دونوں طبقات
ایک ساتھ ہی تباہ و برباد ہو گئے"۔

"تاریخی مادیت کی تشریح، درحقیقت اشتراکیوں کے "جدلیاتی مادیت" کے نظریہ کا انسان اور معاشرہ پر اطلاق کا نتیجہ ہے۔

تاریخی مادیت کے نظریہ کی تشکیل میں مارکس اور اینگلز نے اس تصور سے آغاز کیا کہ انسانی وجود کے لئے پہلا اصول، تحفظ ذات ہے۔ یہی وہ تصور ہے جو تمام انسانی رشتوں اور تعلقات میں کارفرما ہے۔ اشتراکیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ وہ مشترکہ نصب العین ہے جسے سب لوگ کسی نہ کسی صورت میں حاصل کرنے کے درپے ہیں۔ چونکہ اس مقصد کے حصول میں بنیادی طور پر ضروریات زندگی کی پیداوار شامل ہے، اس لئے تاریخ میں وسائل پیداوار ہی بنیادی قوت ہیں۔

تاریخ میں معاشی جبر کے سلسلہ میں مارکس اور اینگلز کا خیال ہے کہ دو عناصر ضروریات زندگی کی پیداوار کے لئے ضروری ہیں۔ وہ پہلے عنصر کو پیداواری قوتیں کہتے ہیں۔ جن میں کارکن، ان کے اوزار اور خام مال شامل ہیں۔ دوسرا عنصر، پیداوار میں، آقا و غلام اور سرمایہ دار و مزدور کے مابین تعلقات ہیں۔

کارل مارکس اور اینگلز کا خیال ہے کہ قدیم اشتراکی معاشرہ میں لوگوں کے مابین تعلقات پُرامن تھے۔ کیونکہ وسائل پیداوار مشترک تھے۔ رفتہ رفتہ کچھ افراد نے مبادلہ اور تجارت سے وسائل پیداوار میں سے نجی جائیداد بنالی۔ اِس سے پیداواری تعلقات میں ایک تبدیلی رونما ہوئی۔ اور اس وقت سے لے کر آج تک مختلف طبقات میں ایسے

ہی متصادم تعلقات ہیں۔ اِس کشمکش میں حکمران طبقہ (جن کے پاس وسائل پیداوار ہیں۔) تو عیش و آرام کی زندگی بسر کرتا ہے، اور مزدور طبقہ پر اجرت اور کام کی شرائط عائد کرتا ہے۔ کارل مارکس اور اینگلز کا دعویٰ ہے کہ دونوں مخالف طبقات میں مفادات کی کشمکش تمام تاریخی مراحل کی ذمہ دار ہے۔

مارکس اور اینگلز نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ تمام سماجی انتشار اور امن کے فقدان کا سبب صرف اور صرف اقتصادی ہے۔ جب نچلے طبقہ میں کوئی نیا طریق پیداوار تلاش کر لیتا ہے تو اس کا اعلےٰ طبقہ سے تصادم ہو جاتا ہے، کیونکہ پرانا اعلےٰ طبقہ دقیانوسی ہو جاتا ہے اور کچلا ہوا طبقہ، موجود سماجی نظام کے خلاف انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ سطحی طور پر یہ انقلاب ایک سیاسی جدوجہد کا نتیجہ نظر آتا ہے، کیونکہ یہ ریاست کے خلاف ہوتا ہے جو معاشرہ کے اعلےٰ طبقہ کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ ان دونوں مفکرین کا خیال ہے کہ بنیادی طور پر وسائل پیداوار میں تبدیلی ہوئی ہے۔ اِس لئے انقلاب صرف اور صرف معاشی انقلاب ہوتا ہے۔

"تاریخی مادیت کے نظریہ کے تحت اشتراکی تمام انسانی تاریخ کی مندرجہ ذیل تشریح کرتے ہیں۔ قدیم اشتراکی سماج کے معدوم ہو جانے سے، مابعد مختلف معاشروں میں اتحاد اور جبر، مخالف کے عناصر رہے ہیں۔ اِس کو تبدیلیات کا پہلا اصول قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ اصول معاشرہ کے مخالف طبقات میں کارفرما ہوتا ہے۔ کیونکہ ان طبقات کے وسائل پیداوار میں مخصوص مفادات ہوتے ہیں۔ جب طبقاتی

جدو جہد میں اُن کے درمیان یہ کشمکش اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے تو پرانا معاشرہ متروک ہو جاتا ہے اور جستِ اچانک سے ایک نیا اور اعلیٰ معاشرہ معرضِ وجود میں آتا ہے۔

اشتراکی تشریح تاریخ بالکل چکردار سیڑھی کی طرح ہے۔ اِس سیڑھی کا پہلا زینہ قدیم اشتراکی معاشرہ ہے جس میں پیداواری آلات سیدھے سادے تھے۔ وہ اتنے پس ماندہ تھے کہ اپنے تحفظ اور ..... وجود کے لئے مساویانہ طور پر اکٹھے رہنے پر مجبور تھے، کیونکہ ان کے وسائل پیداوار بہت کمتر اور گھٹیا تھے۔ اِس دور میں وسائل پیداوار کو مشترکہ ملکیت کے لئے محفوظ رکھا جاتا تھا تاکہ ایک انسان دوسرے انسان کا استحصال نہ کر سکے۔

لوگوں نے رفتہ رفتہ دھاتوں کو ڈھالنا سیکھ کر مختلف اوزار مثلاً کلہاڑا، ہل اور بیلچہ وغیرہ بنانا شروع کر دیئے۔ اور زراعت اور مختلف دستکاریوں نے، خاص مہارتوں کا روپ دھار لیا اور کسی حد تک محنت کشی میں تخصیص پیدا ہو گئی۔ مبادلہ اور تجارت سے وسائل پیداوار کی نجی ملکیت کا آغاز ہو گیا۔

قدیم اشتراکی نظام ترقی کرتے کرتے دوسرے زینہ یعنی غلامی پر پہنچ گیا۔ اس نظام میں نہ صرف وسائل پیداوار نجی ملکیت میں آ چکے تھے بلکہ مزدور، غلام بھی ذاتی ملکیت میں شمار ہوتے تھے۔ معاشرہ کے ایک طبقہ یعنی غلاموں کے آقاؤں نے دوسرے طبقہ یعنی غلاموں کو محکوم بنا رکھا تھا اور یوں یہ ترقی پذیر معاشرہ مخالف و متضاد طبقات میں منقسم تھا۔

اِس مقام پر اشتراکی نظریہ بالکل بے معنی ہو کر رہ گیا کیونکہ غلامی کا دور شروع ہو چکا تھا۔ لیکن ایک وقت آیا جب غلامی کا معاشرہ زوال پذیر ہو کر جاگیرداری نظام میں تبدیل ہو گیا۔

آقا و غلام کے معاشرہ کو جاگیرداری معاشرہ نے ختم کیا اور اس میں دو طبقے جاگیردار اور کھیت مزدور تھے۔ لیکن اس نظام میں طبقاتی کشمکش، دورِ غلامی کی نسبت بہت زیادہ شدید تھی۔

جاگیرداری نظام کو موجودہ سرمایہ داری نظام نے ختم کیا ہے اور اشتراکی نظام میں سرمایہ داری نظام چوتھی کڑی ہے۔ اِس کڑی میں معاشرہ کے طبقات یعنی سرمایہ دار اور مزدور کے تعلقات طریق پیداوار پر مبنی ہوتے ہیں۔ وسائل پیداوار کے مالک یعنی سرمایہ دار طبقہ (بورژوائی) مزدوروں (پرولتاریوں) کا استحصال کرتے ہیں۔ چونکہ پرولتاریوں کے پاس وسائل پیداوار نہیں ہوتے اس لئے یہ سرمایہ داروں کے یہاں اپنی قوتِ محنت فروخت کرتے ہیں۔

کارل مارکس کا نظریۂ قدرِ زائد۔

سرمایہ داری معاشرہ کے تجزیہ سے کارل مارکس نے نظریۂ قدر زائد قائم کیا۔ یہ کئی معاشی نظریات جو انیسویں صدی کے اوائل میں مقبول عام تھے اور جو اب اپنی مقبولیت کھو چکے ہیں، پر مبنی تھا۔ مارکس کے اس نظریہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ کسی چیز کی قدر (قیمت) اس محنت پر مبنی ہے جو اس کے تیار کرنے میں صرف کی گئی ہے۔

اس نظریہ سے شروع کر کے کہ صرف محنت ہی سے قیمت کا تعین

کیا جا سکتا ہے، مارکس نے یہ دلیل پیش کی کہ سرمایہ داروں کا نفع
مزدوروں کے اس اوقاتِ کار سے حاصل ہوتا ہے جن کے لئے انہیں
پوری اجرت نہیں جاتی۔ مثلاً ایک مزدور دن میں دس گھنٹے کام
کرتا ہے اور پہلے پانچ گھنٹوں اتنی قیمت کی چیزیں تیار کرتا ہے جو
اس کی مزدوری ہے۔ اور جتنی قیمت کی چیزیں وہ بعد کے پانچ
گھنٹوں میں بناتا ہے، اُس کا اسے کچھ معاوضہ نہیں ملتا۔ پہلے پانچ
گھنٹوں کو مارکس نے "سماجی اور ضروری محنت" کا نام دیا۔ جب کہ
دوسرے پانچ گھنٹوں میں جو بھی پیداوار ہوئی اُسے "قدر زائد" کہا
ہے۔ اس نظریہ کے مطابق صرف محنت سے قدر و قیمت کا تعین ہوتا
ہے۔ اور مزدوروں کو ان کی تیار کردہ چیزوں کی قدر (قیمت) کے
مطابق پوری اجرت نہیں دی جاتی۔ اور سرمایہ دار "قدر زائد" کو
نفع کی صورت میں اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ مارکس نے سرمایہ دار
پر یہ اعتراض کیا کہ یہ "قدر زائد"، مزدوروں کی محنت سے چرائی گئی
ہے۔ مارکس نے یہ دلیل پیش کی کہ مزدور جو کچھ پیدا کرتا ہے، اس
کا حصول چونکہ اس کا حق ہے، اس لئے اسے کارخانہ، کھیت،
فیکٹری پر قبضہ کر لینا چاہیئے۔

کارل مارکس کے نظریہ "قدر زائد" کی خامی یہ ہے کہ قدر
(قیمت) کا تعین کرنے میں سرمایہ کاری کے حصہ، منتظم کی فنی خوبیوں
اور تکنیکی اور سائنسی صلاحیتوں کو خارج کر دیا جاتا ہے۔

اشتراکیت ناگزیر ہے

گو نظریہ قدر زائد معاشی اصول کی حیثیت سے کچھ بے سرو پا
سا ہے تاہم فلسفہ اشتراکیت کے مطابق اسی اصول کی بنا پر پرولتاریوں
(مزدوروں) کی بورژوائیوں؟ (سرمایہ داروں) پر فتح حاصل ہوگی اور
یوں نیکی بدی پر غالب آئے گی۔ اس نظریہ کے مطابق مارکس اور
اینگلز نے یہ دلیل پیش کی کہ فیکٹریوں کے موجودہ وسائل پیداوار میں ہزاروں
مزدور کام کرتے ہیں اور کوئی بھی مزدور انفرادی طور پر کچھ نہیں کر سکتا،
جب تک وہ دوسرے مزدوروں کے ساتھ مل کر کام نہ کرے۔ ان
مزدوروں میں اجتماعی طور پر قدر پیداوار مساوی طور پر تقسیم نہیں کی
جاتی۔ بلکہ وسائل پیداوار کا بیشتر حصہ سرمایہ دار ہڑپ کر جاتے ہیں۔
جوں جوں سرمایہ داروں میں نفع کے لئے مقابلہ بڑھتا چلا جائے گا،
توں توں ان میں سے بیشتر لوگ مزدور طبقہ میں شامل ہونے کے
لئے مجبور ہو جائیں گے۔ جب سرمایہ دار طبقہ محدود ہو جائے گا تو بالآخر
سرمایہ پر چند خاندانوں کی اجارہ داری ہوگی۔

مارکس اور اینگلز نے یہ نظریہ پیش کیا کہ پورے سرمایہ داری نظام
میں سرمایہ دار کی تباہی کے عناصر موجود ہیں۔ جوں جوں سرمایہ داروں کی
تعداد کم ہوتی ہے، مزدوروں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ چونکہ سرمایہ دار
ہر وقت اپنے منافع میں اضافہ کرنے کا خواہاں رہتا ہے، اس لئے
مزدوروں کا استحصال بھی بڑھتا جاتا ہے۔ استحصال کی یہ بڑھتی
ہوئی شدت مزدوروں کو اپنے تحفظ کے لئے مجبور کرے گی۔ اور

ان کے ہاتھوں سرمایہ داری نظام تباہ ہو جائے گا۔ اشتراکی منشور کے مطابق :۔

"بورژوائی طبقہ بالآخر اپنے لئے گورکن پیدا کر رہا ہے۔ اس کا زوال اور پرولتاری طبقہ کی فتح دونوں لازمی امر ہیں۔

وہ ہتھیار جن سے بورژوا طبقہ نے جاگیرداری نظام کو زیر کیا تھا، اب خود بورژوا طبقہ کے خلاف اٹھائے جا رہے ہیں۔

لیکن بورژوا طبقہ نے صرف وہ ہتھیار ہی نہیں ڈھالے جو اس کی موت کا پیغام لا رہے ہیں۔ وہ ان آدمیوں کو بھی وجود میں لے آیا ہے جو یہ ہتھیار اٹھائیں گے یعنی پرولتاریہ، مزدور طبقہ"۔

اشتراکیوں کا نظریۂ تاریخ طبقاتی کشمکش پر مبنی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق تمام تاریخ، طبقات میں جنگ کی تاریخ ہے۔ اور یہی طبقاتی جنگ تبدیلیاں پیدا کرتی ہے۔ لیکن ریاست سرمایہ دار استحصالی طبقہ کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہے۔ خواہ یہ جمہوریت۔ ری پبلک، آمریت یا مطلق العنانیت کی صورت میں ہو، ان سب کے مقاصد ایک ہی ہیں کہ مزدور طبقہ کے استحصال کو قائم رکھا جائے۔ چنانچہ مزدوروں کے لئے لازم ہے کہ وہ حکمران طبقہ کی ہر طرح کی حکومت کو ختم کر کے سرمایہ داروں کی طرف سے ہر طرح کی مزاحمت کو دور کر دے۔ جب مزدور، انقلاب کے ذریعہ سرمایہ داروں کی محافظ حکومت کو

ان کے ہاتھوں سرمایہ داری نظام تباہ ہو جائے گا۔ اشتراکی منشور کے مطابق :۔

"بورژوائی طبقہ بالآخر اپنے لئے گورکن پیدا کر رہا ہے۔ اس کا زوال اور پرولتاری طبقہ کی فتح دونوں لازمی امر ہیں۔

وہ ہتھیار جن سے بورژوا طبقہ نے جاگیرداری نظام کو زیر کیا تھا، اب خود بورژوا طبقہ کے خلاف اٹھائے جا رہے ہیں۔

لیکن بورژوا طبقہ نے صرف وہ ہتھیار ہی نہیں ڈھالے جو اس کی موت کا پیغام لا رہے ہیں۔ وہ ان آدمیوں کو بھی وجود میں لے آیا ہے جو یہ ہتھیار اٹھائیں گے یعنی پرولتاریہ، مزدور طبقہ"

اشتراکیوں کا نظریۂ تاریخ طبقاتی کشمکش پر مبنی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق تمام تاریخ، طبقات میں جنگ کی تاریخ ہے۔ اور یہی طبقاتی جنگ تبدیلیاں پیدا کرتی ہے۔ لیکن ریاست سرمایہ دار استحصالی طبقہ کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہے۔ خواہ یہ جمہوریت۔ ری پبلک، آمریت یا مطلق العنانیت کی صورت میں ہو، ان سب کے مقاصد ایک ہی ہیں کہ مزدور طبقہ کے استحصال کو قائم رکھا جائے۔ چنانچہ مزدوروں کے لئے لازم ہے کہ وہ حکمران طبقہ کی ہر طرح کی حکومت کو ختم کر کے سرمایہ داروں کی طرف سے ہر طرح کی مزاحمت کو دور کر دے۔ جب مزدور، انقلاب کے ذریعہ سرمایہ داروں کی محافظ حکومت کو

یہ بالکل واضح امر ہے کہ جدلیاتی عمل کے اختتام کا مفروضہ اس دعوے کی تردید کرتا ہے کہ اشتراکیت ایک ارتقائی نظریہ ہے، کیونکہ دورِ اشتراکیت میں کلّی طور پر ایک ساکن معاشرہ معرضِ وجود میں آ جائے گا، جس میں مزید ترقی کے مواقع بالکل معدوم ہو کر رہ جائینگے۔ مزید برآں تاریخ یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ ہر ایک پیچیدہ معاشرہ میں چند افراد یا ایک طبقہ کو دوسرے افراد پر اختیار دینے کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ بد نظمی اور طوائف الملوکی کا دَور شروع ہو جائے گا۔ چونکہ ہر فرد کی مختلف صلاحیتیں ہوتی ہیں، اِس لئے نہ تو کوئی ایسا معاشرہ ہوُا ہے، اور نہ ہی ہوگا جس میں اختلافات و تضادات نہ ہوں اور جسے غیر طبقاتی معاشرہ کہا جا سکے۔

یہاں تک کہ روس میں جہاں کہ ۱۹۱۷ء سے اشتراکیوں کو بالادستی حاصل ہے، اور وسائل پیداوار کی نجی ملکیت کو ختم بھی کر دیا ہے، یہ بات ثبوت کے طور پر پیش نہیں کی جا سکتی، جس سے یہ کہا جا سکے کہ وہاں ایک غیر طبقاتی معاشرہ معرضِ وجود میں آ رہا ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اشتراکی حکام بالا اور ایک عام شہری کی مراعات اور اقتصادی حیثیت میں بہت زیادہ فرق ہے، اور دوسرے اشتراکی ممالک کی صورتِ حال بھی یہی ہے۔ جیسے یوگوسلاویہ کے نائب صدر میلوان دارس نے اپنی کتاب بعنوان "نیا طبقہ" میں یوں بیان کیا ہے "ان کے ملک میں اشتراکی نظام متعارف ہونے سے ایک نیا حکمران طبقہ ابھرا ہے جسے اشتراکی افسر شاہی کہا جا سکتا ہے"

اشتراکی تو یہاں تک دعوے کرتے ہیں کہ اشتراکیت پوری دُنیا

کے لئے ایک لازمی نظام ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سرمایہ داری نظام کی
حامی اقوام کے لئے ریاست اور فوجوں کا وجود لازمی ہے۔ لیکن جب
اشتراکی نظام کی تمام دنیا میں فرمانروائی ہوگی اور طبقاتی کشمکش کو ختم
کر دیا جائے گا تو دنیا میں امن و امان قائم ہو جائے گا۔ اور حقیقی اشتراکی
معاشرہ میں یہ اصول کار فرما ہوگا کہ ہر ایک سے اس کی صلاحیت کے
مطابق کام لو اور اس کی ضرورت کے مطابق اُسے اُجرت دو۔

نظریۂ اشتراکیت کا تنقیدی احتساب

۱- اشتراکیت سائنسی نہیں

تاریخی مادیت کا نظریہ، سطحی طور پر تو معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کی منطقی
تشریح پیش کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ یہ نظریہ سماجی
ناانصافیوں کا حل پیش کرتا ہے۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ یہ چند ایک
تاریخی واقعات کا سطحی بیان ہے۔ جنہیں اس نظریہ کی تائید و حمایت کے
لئے بڑی احتیاط سے منتخب کیا گیا ہے۔ مگر یہ تمام تاریخی واقعات کی
کوئی معقول تشریح پیش نہیں کرتا۔

کارل مارکس اور اینگلز نے تاریخی مادیت کا نظریہ اُس وقت
پیش کیا، جب صنعتی انقلاب کے دور میں بہت زیادہ سماجی ناانصافیاں
تھیں اور معاشی لحاظ سے مختلف طبقات میں بہت زیادہ فرق تھا۔
ان کا یہ نظریہ ایک خاص دور کے مخصوص اور عارضی حالات کی روشنی

میں تمام تاریخ سے نپٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس بنا پر اشتراکیوں
کا یہ دعوےٰ کہ تاریخی مادیت، تاریخ کی سائنس ہے، بہت کمزور ہے۔

۲- مارکس کی پیشن گوئی غلط ثابت ہوئی۔

مارکس اور اینگلز کی پیشین گوئی کے مطابق اشتراکیت سب
سے پہلے صنعتی ممالک میں رائج ہوگی۔ لیکن جب اشتراکیوں نے
۱۹۱۷ء میں انقلاب کے ذریعہ روس میں بالادستی حاصل کی تو یہ
ملک اُس وقت صنعتی نہیں بلکہ زرعی تھا۔ روس اِس وقت اشتراکی
انقلاب کے لئے تیار نہ تھا۔ کیونکہ وہ حالات جن کا اشتراکیوں نے
تعین کیا تھا، اس سرزمین میں معدوم تھے۔ بعینہٖ چیکوسلواکیہ اور مشرقی
جرمنی کے سوا، اشتراکی بلاک کے تمام ممالک، اشتراکیوں کے قبضہ
کے وقت صنعتی نہیں بلکہ زرعی تھے۔

۳- مارکس کی کوتاہ بینی۔

دنیا میں اِس وقت امریکہ جیسا صنعتی ملک اشتراکیت کے غیر
مدلل نظریات کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ اشتراکیوں کے مطابق یہ توقع
کی جا سکتی تھی کہ گذشتہ سو سالوں میں مزدور اور سرمایہ دار میں کشمکش
اپنی انتہا کو پہنچ جاتی اور بذریعہ انقلاب وہاں اشتراکی حکومت کا
تسلط قائم ہو جاتا۔ لیکن کارل مارکس اِس بات کا جائزہ نہ لے سکا کہ
بڑی بڑی کارپوریشنوں کی ملکیت ہزاروں سٹاک ہولڈروں میں ہوگی
اور نہ ہی اس کی دور اس نگاہیں، لیبر یونینوں کی وساطت سے مزدوروں

کی مالکوں سے زیادہ اُجرت اور اوقاتِ کار میں کمی اور کام کی شرائط میں دیگر مطالبات اور چھوٹے تاجروں کے قانونی تحفظات کا جائزہ لے سکیں۔

۴۔ مارکس کا نظریۂ تاریخ جزوی ہے۔

مارکس کا یہ تصوّر کہ اقتصادی حالات ہی تاریخ کا تعیّن کرتے ہیں، صرف جزوی حقیقت کو پیش کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشی ترقی نے تاریخ میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے، لیکن صرف یہی دعوےٰ کر لینا کہ تاریخ، صرف اور صرف معاشی حالات و ضروریات سے متاثر ہے، سراسر غلط ہے۔ اس دعوےٰ سے تاریخ میں افراد کا کردار ثانوی حیثیت پر آجاتا ہے۔ مثلاً تاریخ پر ایسی شخصیات مثلاً سکندرِ اعظم، ہٹلر، مسولینی، بابر اور آئنسٹائن اور خود کارل مارکس کے اثرات کو نظر انداز کر دیتی ہے۔

اشتراکی یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ خواہ ان شخصیتوں کا وجود ہوتا یا یہ لوگ تاریخ کے سٹیج پر نہ آتے، تب بھی تاریخ کی ہیئت بنیادی طور پر ویسی ہی رہتی جیسی کہ آج ہے۔ اشتراکی دوسرے عوامل مثلاً حب الوطنی، حصولِ انصاف، عوامی خدمت کی آرزو، شخصی جبر و قوّت کی خواہش، مذہبی اعتقادات، محبّت، اعلےٰ مقاصد، روایات اور تلاشِ حق کو ان کا مناسب مقام نہیں دیتے، حالانکہ معاشی عنصر کی نسبت تاریخ کے دھارے میں یہ کہیں زیادہ فیصلہ کُن کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اگر ہم تاریخ کی یہی توجیہ پیش کریں کہ انسان کی سرگرمیوں کی معراج صرف اقتصادی وجوہات کی بنا پر ہے تو اس سے تاریخ کی پیچیدہ ساخت بالکل سادہ سی ہو کر رہ جائے گی۔ مثلاً صلیبی جنگوں میں اقتصادیات کا کہاں تک دخل ہے۔

اشتراکی، تاریخ پر قدرتی آفات، وباؤں اور حادثات کے اثرات کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ تاریخ مختلف واقعات سے بھری پڑی ہے جو وقتی طور پر تو بہت معمولی دکھائی دیتے تھے لیکن انہوں نے حالات کے دھارے کو بدل کر رکھ دیا۔ مثال کے طور پر سپین کے عظیم بیڑے آرمیڈا کی تباہی میں انگریزوں کی قوّت کا ہاتھ نہیں بلکہ سخت طوفان کے حادثہ نے تاریخ میں صورتِ حال کا رخ موڑ دیا۔ آئزک نیوٹن نے صرف درخت سے گرتے ہوئے سیب کو دیکھا اور اس سے قانون کششِ ثقل کو دریافت کیا جو بعد میں سائنسی ایجادات کے ذریعہ تاریخ پر بہت حد تک اثر انداز ہُوا ہے۔

اشتراکیوں کا کہنا ہے کہ فطری علوم کا معاشرتی علوم پر اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی تاریخ اور عمرانیات Socialogy کے اصول کیمسٹری اور فزکس کی مانند حتمی نہیں ہو سکتے۔ یہ لازمی امر ہے کہ سائنس اصولوں کا عالمگیر اطلاق ہو۔ مگر تاریخی مادیت کے اصول اس دعوے پر پورے نہیں اُترتے۔

اشتراکیوں کا یہ بھی دعوےٰ ہے کہ جب متضاد طبقات کا وجود نہ ہوگا، اور ایک غیر طبقاتی معاشرہ معرضِ وجود میں آئے گا تو انسان کی سماجی ترقی میں جدلیاتی عمل ختم ہو جائے گا یعنی مختلف طبقات کی

وسائل پیداوار کے سلسلہ میں آپس میں کشمکش کا وجود باقی نہ رہیگا۔ تاہم اس مرحلہ پر وہ اس بات کی وضاحت نہیں کرتے کہ افراد کہاں کام کریں گے اور ان کی ضروریات کیسے پوری ہوں گی۔ کیا ہر ایک شخص کو اس اصول کے مطابق کہ "صلاحیت کے مطابق کام لو اور ضرورت کے مطابق اجرت دو"، اپنی صلاحیتوں کے مطابق کام اور ضرورت کے مطابق انہیں اجرت کے تعیّن کی آزادی ہوگی؟ ظاہر ہے کہ اس سے سخت بدنظمی پیدا ہوگی۔ کسی بھی پیچیدہ معاشرہ میں منتظم شخصیّت کو ان سوالوں کے جوابات کا فیصلہ کرنا ہوگا۔ لیکن ان فیصلوں میں تضادات کا ہونا بالکل فطری امر ہے۔ مرکزی انتظامیہ اور عوام کے مابین مفادات کا اختلاف اور خود شہریوں کے مابین آپس میں اختلافات موجود ہوں گے۔ کیا ان اختلافات اور تضادات سے مزید طبقاتی جنگ نہ ہوگی اور اس کے نتیجہ میں جستِ اچانک سے مزید اعلےٰ معاشرہ معرضِ وجود میں نہ آئے گا؟

۵۔ سوویت سوشل سامراج ہے۔

روسی حکمران سٹالن اور خروشچیف کے دور میں سوویت اشتراکیت میں بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو چکی ہے۔ یہ نظام حکومت سوشل امپیریلزم بن چکا ہے۔ درحقیقت اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک پارٹی کا غلبہ ہے اور علاوہ ازیں روسی قوم کا سوویت یونین کی ساری سیاست نظامِ حکومت، زبان اور تمدن پر قبضہ ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد روس نے دنیا میں ایک سپر پاور کی حیثیت سے ایشیا، افریقہ

اور لاطینی امریکہ کے پس ماندہ ممالک اور قوموں پر قومی آزادی کی تحریکوں کا بہانہ بنا کر ان پر قبضہ جمانے کے منصوبے اور سازشوں پر عمل درآمد شروع کر دیا ہے۔ اور ایک قوم کو دوسری قوم سے لڑا کر اپنے مخصوص عزائم کی تکمیل کر رہا ہے۔ اس کی کئی ایک مثالیں ہیں۔ مثلاً بھارت اور پاکستان کی جنگ کروانا، بھارت کو چین کے خلاف جنگی تیاریوں پر اکسانا ہند چینی میں ویت نام کو دوسرے ہند چینی کے ممالک لاؤس اور کمپوچیا پر جارحانہ قبضہ کرنے میں مدد کرنا، افریقہ میں ایتھوپیا سے صومالیہ پر حملہ کروانا اور گذشتہ سال افغانستان پر غاصبانہ قبضہ شامل ہیں۔ اور یہ سازشیں اس کی خارجہ پالیسی کا ایک حصّہ ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مغربی سامراج کی طرح ایک سرخ سامراج کی حیثیت سے ساری دنیا کے لئے ایک خطرہ بن گیا ہے۔

۶۔ اشتراکی اخلاقیات۔

تاریخی مادیت کے تصوّر سے اشتراکی نہ صرف یہ دعوے کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسا معاشرہ قائم کریں گے، جہاں انسان کی تمام ضروریات پوری ہوں گی بلکہ اشتراکی نصب العین کے حصول کے لئے ان کا اپنا ایک ضابطہ اخلاق بھی ہے جو لچکدار ہے۔ یہ ایک سادہ سے اصول پر مبنی ہے کہ ہر ایک عمل جو اشتراکیت کے مقاصد تک پہنچنے میں معاون ہے۔ لہٰذا اچھا ہے اور جو کچھ اشتراکیت کی راہ میں حائل ہے برا ہے۔ اشتراکی اس معیار اخلاقیات کو "پرولتاری افادیت" کہتے ہیں۔ اشتراکیوں کا کہنا ہے کہ وہ سرمایہ داری جیسے استحصالی نظام

کو ختم کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کرنے میں حق بجانب ہیں کیونکہ وہ اس کی جگہ عالمگیر اشتراکی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ کلی طور پر مسیحی ضابطۂ اخلاقیات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اشتراکی اخلاقیات میں اشتراکی نظام کا حصول ہی سب سے افضل ہے۔

۷۔ اشتراکی مفکرین کے غلط جائزے۔

اشتراکی یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ جب مادی اور جدلیاتی طریقوں کو جدلیاتی مادیت میں سمو کر تاریخ پر ان کا اطلاق کیا جاتا ہے تو وہ ان کے نتائج سے ماضی کی تشریح کر سکتے ہیں، حال کو سمجھ سکتے ہیں، اور بنی نوع انسان کے لئے ایک حسین مستقبل کا تعین کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کے دعوے کے برعکس کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز دونوں کی پیشین گوئیاں غلط ثابت ہوئی ہیں۔ ان کے بعض ایک نظریات انکے دور میں ہی متروک ہو چکے تھے۔ وہ اس بات کا بھی صحیح اندازہ نہ لگا سکے کہ جب لینن ان کے انقلابی نظریات کو عمل میں لائے گا، تو اس سے ایک نیا حکمران طبقہ پیدا ہو جائیگا جو کارخانوں اور کھیتوں، زمینوں کے مالکوں کی نسبت مزدوروں کا کہیں زیادہ استحصال کرے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ اقوام عالم اشتراکی نظریہ اور اُسکے خونی انقلاب سے خائف ہے، لیکن موجودہ تحقیقات کے تحت اشتراکیت کا عملی فلسفہ بذاتہٖ لرزاں ہے۔ سطحی طور پر تو نسلِ انسانی کیلئے یہ ازم ایک مژدہ جانفزا سے کم نہیں۔ لیکن اگر یہ نظر غائر دیکھا جائے تو اسکے دعاوی کمزور اور نعرے کھوکھلے ہیں۔ انسان کو معاشی انسان کی صورت میں پیش کرنا انسانیت کی توہین ہے۔ آئندہ باب میں ہم دیکھیں گے کہ اشتراکیت کی نظریاتی معراج میدانِ عمل میں زوال پذیر ہے۔

دُوسرا باب

اشتراکیت عملی حقیقت کے آئینہ میں

کارل مارکس نے بنی نوع انسان کو طبقاتی کشمکش ختم کرنے کے لئے ایک انقلابی فلسفہ دیا جسے سب سے پہلے روس میں اپنایا گیا۔ اس ملک میں صدیوں سے زار کی شہنشاہیت تھی۔ جن کی کامیابی کا راز جاگیرداری و جابریت میں پوشیدہ تھا۔ انیسویں صدی کے آخر میں یہاں مارکس کے نظریات کی اشاعت ہوئی جس کے نتیجہ میں روسی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی معرض وجود میں آئی۔ ۱۹۰۳ء میں اس پارٹی کا شیرازہ بکھر گیا تاہم اس کے ارکان کی ایک بھاری اکثریت نے وی۔ آئی۔ لینن کو اپنا قائد تسلیم کر لیا۔ روسی زبان میں اکثریت کو (بالشویک) کہتے ہیں۔ اِس لئے اسے بالشویک پارٹی کے نام سے موسوم کیا گیا، لیکن بعد میں لینن نے اس کا نام تبدیل کر کے روسی کمیونسٹ پارٹی رکھ دیا۔ لینن اور اس کے حواری ہرگاہ اس تاک میں رہتے تھے کہ جونہی حالات سازگار ہوں، ملک میں اشتراکی پرچم گاڑ دیا جائے۔ ۱۹۰۵ء میں جاپان نے روس کو شکست دی۔ اِس

موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کمیونسٹ پارٹی نے انقلاب لانے کی کوشش کی۔ لیکن ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا، کیونکہ اس وقت زار کی فوج اور پولیس کے مقابلہ میں یہ پارٹی بہت کمزور تھی۔ لینن اور متعدد روسی انقلابیوں نے روس سے فرار ہو کر فرانس اور سوئٹزرلینڈ میں پناہ لی، جہاں سے لینن نے انقلابی پروپیگنڈا جاری رکھا۔

۱۹۱۴ء میں یورپ میں پہلی جنگِ عظیم کا آغاز ہُوا اور روسی فوجیں جرمنوں کے ہاتھوں مغلوب ہونے لگیں۔ نتیجتاً زار کی حکومت کمزور ہو گئی۔ روس کی انتہا پسند کمیونسٹ پارٹی نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور لینن کی قیادت میں نومبر ۱۹۱۷ء میں اشتراکی انقلاب لا کر اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ یوں تاریخِ عالم میں پہلی اشتراکی ریاست معرضِ وجود میں آئی، جس کا سب سے پہلا کام یہ تھا کہ اس نے کارخانوں، زمینوں، بنکوں، ریلوے اور دیگر ذرائع پیداوار کو قومی ملکیت قرار دیدیا۔

جس وقت روس کی اشتراکی حکومت نے اقتدار حاصل کیا، یہ ملک بہت سے مسائل میں گھرا ہوا تھا۔ یورپ اور امریکہ کی سرمایہ دار حکومتیں اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھیں بلکہ اس کے وجود کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ جب ۱۹۱۸ء میں جنگِ عظیم ختم ہو گئی تو چودہ ممالک جن میں امریکہ، انگلستان، فرانس اور جاپان وغیرہ بھی شامل تھے، اپنی فوجیں، کمیونسٹ روس کے خلاف بھیج دیں۔ اس وقت روس کی داخلی

صورتِ حال یہ تھی کہ خانہ جنگی شروع ہو چکی تھی۔ تاہم چار پانچ سال کی سخت جدوجہد کے بعد لینن کی اشتراکی حکومت نے اپنے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کو شکست دی۔ مگر اس خانہ جنگی اور بیرونی حملوں سے روس کا اقتصادی نظام درہم برہم ہو گیا۔ تاہم حکومتِ وقت نے اس بگڑی ہوئی ساکھ کو سنبھالا دیا اور مختلف ادوار میں مختلف شخصیتوں مثلاً سٹالن، خروشیف، کوسیجن اور برژنیف نے عنانِ حکومت سنبھال کر اسے دنیا کی ایک عظیم مادی قوت بنا ڈالا۔

اشتراکی حکومت معرضِ وجود میں آ تو گئی لیکن اب ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ کہاں تک اشتراکی دعوؤں کو عملی صورتِ حال میں ڈھالا گیا ہے یا وہ مقاصد جن کے حصول کے لئے اشتراکی فلسفہ میں [illegible] کیا گیا ہے کہاں تک کچلی ہوئی انسانیت کے دکھوں کا مداوا [illegible] کیا اشتراکی حکومت کے سیاسی، اقتصادی اور سماجی نظام [illegible] شہری استحصال کا شکار نہیں، کیا وہاں شہریوں کو اظہارِ خیال کی آزادی ہے۔ اور کیا وہاں پر غیر طبقاتی معاشرہ معرضِ وجود میں [illegible] وغیرہ وغیرہ

رُوسی نظامِ حکومت

روسی نظامِ حکومت وفاقی نوعیت کا حامل ہے جس کے تحت [illegible] پندرہ جمہوریتوں کا ایک وفاق ہے۔ یہ جمہوریتیں [illegible] متحدہ جمہوریہ" کہلاتی ہیں اور ان کا رقبہ ۸و۵۰۰۰

مربع میل یعنی اس کرۂ ارض کے ۱/۶ حصہ پر پھیلا ہوا ہے۔ یہاں پر ہم سوویت یونین کے چند ایک انتظامی اور سیاسی اداروں کا مختصراً جائزہ لیں گے۔

۱۔ سپریم سوویت کی تنظیم

سپریم سوویت، سوویت یونین کی مجلسِ قانون ساز ہے جو آئینی لحاظ سے ملک کے اعلیٰ اور با اختیار ادارہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مرکزی حکومت کے قانون سازی جیسے اہم اختیار صرف اسی تنظیم کو حاصل ہیں۔

یہ ادارہ دو ایوانوں پر یعنی یونین کی سوویت اور قومیتوں کی سوویت پر مشتمل ہے۔ یونین کی سوویت کا انتخاب روسی شہری کرتے ہیں اور قومیتوں کی سوویت مختلف علاقوں کی جمہوریتوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ ان دونوں ایوانوں کے ارکان کی تعداد تقریباً ۱۵۰۰ ہے۔ ان ایوانوں کی رکنیت کے امیدوار کی عمر کم از کم ۱۸ سال ہونی چاہیئے۔ سوویت یونین کے آئین کے مطابق ۱۸ سال یا اس سے زائد عمر کے شہری اپنا حق رائے دہی استعمال کر سکتے ہیں۔ دونوں ایوانوں کے ارکان کی میعادِ رکنیت پانچ سال ہوتی ہے۔

آئینی لحاظ سے سپریم سوویت ملک کا سب سے اعلیٰ اور با اختیار ادارہ ہے۔ اس کے وضع کئے ہوئے قوانین ہر ایک یونین ری پبلک میں نافذ کئے جاتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ کسی اور ادارہ کو قانون سازی کے اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ آئینی ترمیم اور

کی منظوری بھی اسی ادارہ کے دائرۂ اختیار میں ہے۔

سپریم سوویت کے دونوں ایوان اپنے مشترکہ اجلاس میں "وزراء کی کونسل" کا انتخاب کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اسے پریذیڈیم کے اراکین، سپریم کورٹ کے جج صاحبان کے انتخاب کا حق حاصل ہے۔ "پریذیڈیم اور وزراء کی کونسل" اپنی کارکردگی کے لئے سپریم سوویت کے سامنے جوابدہ ہوتی ہیں۔ صرف یہی ادارہ حکومت کی پالیسیوں کو زیر بحث لانے اور ان پر تنقید کرنے کا مجاز ہے۔

۲۔ سپریم سوویت کا پریذیڈیم

سوویت یونین کا یہ ادارہ ساری دنیا میں انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اسے بیک وقت انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

جہاں تک اس ادارہ کی تشکیل کا تعلق ہے، یہ ایک چیئرمین پندرہ نائب چیئرمینوں (ہر یونین جمہوریہ کا ایک نمائندہ) پندرہ ارکان اور ایک سیکرٹری پر مشتمل ہوتا ہے۔ پریذیڈیم کا صدر سوویت یونین کا بھی صدر ہوتا ہے۔ سپریم سوویت کے قوانین اسی صدر کی منظوری کے بعد ملک میں نافذ کئے جاتے ہیں۔

پریذیڈیم کو بے شمار اختیارات حاصل ہیں۔ کیونکہ سپریم سوویت سال میں صرف چند روز کے لئے اجلاس منعقد کرتی ہے، باقی عرصہ میں پریذیڈیم کو ہی سپریم سوویت کی مجلس قائمہ کی حیثیت حاصل ہے۔ صرف اسی ادارہ کو سوویت قوانین کی تشریح و تعبیر کرنے کا حق حاصل

ہے۔ وزرا کی کونسل پریذیڈیم کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے۔ اِسے دفاع، کونسل کی تشکیل، اعلےٰ فوجی افسروں کے تقرّر اور برطرفی اور اعلانِ جنگ کے اختیارات حاصل ہیں۔ پریذیڈیم کے یہی اختیارات غیر اشتراکی ممالک میں جارحانہ پالیسیوں کے لئے استعمال کیئے جا رہے ہیں۔ مثلاً افریقی ممالک، ہند چینی، کمبوچیا اور افغانستان میں روسی سوشل سامراج مداخلتِ بیجا کر رہا ہے۔ پریذیڈیم سوویت یونین کے بین الاقوامی معاہدے کی تصدیق یا ان کے ختم کرنے کا مجاز ہے۔ اس ادارہ کو مجرموں کی سزاؤں کی تحقیق کرنے اور معاف کرنے کے اختیارات حاصِل ہیں۔

پریذیڈیم کے اختیارات کے پیشِ نظر اِس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ سپریم سوویت کے مقابلہ میں اِس ادارے کو زیادہ اہمیت حاصِل ہے۔ کیونکہ سپریم سوویٹ کے اجلاس کا انعقاد تو سال میں چند روز کے لئے ہوتا ہے، لیکن باقی تمام عرصہ میں یہی اِس کے تمام فرائض کو سرانجام دیتا ہے۔ سرمایہ دار ممالک کی حکومتوں کے اختیارات اور سوویت یونین کی پریذیڈیم کے اختیارات میں فرق ہے کہ اوّل الذکر ممالک میں فردِ واحد یعنی بادشاہ، صدر یا وزیراعظم حکومت کا سربراہ ہوتا ہے اور وہ پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے۔ اور انہیں . . . . قوانین کو منسوخ کرنے اور پارلیمنٹ کو توڑنے کے اختیار حاصِل ہوتے ہیں۔ سوویت یونین میں ایک شخص کی بجائے ایک اجتماعی ادارہ حکومت کا سربراہ

[illegible] پریذیڈیم جسے سٹالن نے "تکثیری صدر" کا نام دیا ہے۔

۳۔ سوویت یونین کی وزارتی کونسل۔

سوویت یونین کی انتظامیہ "وزارتی کونسل" کہلاتی ہے، جو ایک چیئرمین جسے وزیراعظم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ایک اوّل نائب صدر، چند نائب صدروں، بعض اہم کمیٹیوں کے سربراہوں اور متعدد وزرا پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ وزرا مختلف محکموں کے سربراہ ہوتے ہیں۔

اس کونسل کے فرائض و اختیارات میں حکومت کے اقتصادی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا، خارجی تعلقات کی راہنمائی کرنا، مسلح افواج کی تنظیم اور ملک میں نظم و ضبط قائم رکھنا شامل ہے۔ علاوہ ازیں یہ وفاقی قوانین کی روشنی میں فیصلے اور احکام صادر کرتی ہے، قانون سازی کے امور میں راہنمائی کرتی ہے۔ کیونکہ سپریم سوویت میں زیادہ تر قانونی مسودات اسی کونسل کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔

بظاہر تو سپریم سوویت، وزارتی کونسل کا انتخاب کرتی ہے، لیکن پس پردہ ان کے انتخاب میں کمیونسٹ پارٹی کے بڑے لیڈروں کا ہاتھ ہوتا ہے، کیونکہ یہی لوگ سپریم سوویت اور پریذیڈیم کے کرتا دھرتا ہیں۔ چونکہ سپریم سوویت میں کسی مخالف پارٹی کا وجود نہیں اس لئے کونسل پر کسی قسم کی تنقید کی گنجائش نہیں ہوتی۔ چونکہ وزرا کو کمیونسٹ پارٹی کی حمایت حاصل ہے، ان

کی برطرفی اور سپریم سوویت کے سامنے جوابدہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور صرف وہ پارٹی ہی کے رحم و کرم پر برسرِ اقتدار رہ سکتے ہیں۔

۴۔ کمیونسٹ پارٹی

سوویت یونین کے سیاسی، آئینی اور انتظامی امور میں کمیونسٹ پارٹی ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کی اہمیت اِن الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ "محنت کش طبقے کے انتہائی باعمل اور سیاسی شعور رکھنے والے شہری کمیونسٹ پارٹی میں آ کر متحد ہوتے ہیں جو کہ محنت کشوں کے اشتراکی نظام کو تقویت اور ترقی دینے کی عملی جدوجہد میں ہراول دستے کے فرائض سرانجام دیتی ہے اور محنت کشوں کی عام سرکاری اور غیر سرکاری تنظیموں کی راہنمائی کرتی ہے۔" کسی شہری کو کسی اور سیاسی پارٹی کی تشکیل کی اجازت نہیں۔ اِسی لئے کمیونسٹ پارٹی ہی ملک کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ سوویت یونین کے آئین کی دفعہ ۱۴۱ کے مطابق صرف کمیونسٹ پارٹی کو ہی انتخابات میں حصہ لینے کا حق حاصل ہے۔ اِس پابندی کے پیشِ نظر یہ بالکل واضح حقیقت ہے کہ کمیونسٹ پارٹی ہی ملک کی اصل حکمران جماعت ہے۔ کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز نے جس پرولتاری آمریت کا تذکرہ کیا ہے، درحقیقت کمیونسٹ پارٹی کی آمریت ہے۔ سٹالن اس جماعت کی اہمیت کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے "کمیونسٹ پارٹی اعلانیہ طور پر تسلیم کرتی ہے کہ یہ

حکومت کی رہبری کرتی اور اُسے عام ہدایات دیتی ہے۔

کمیونسٹ پارٹی اور حکومت کی انتظامیہ کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے، کیونکہ حکومت کے اعلےٰ عہدوں پر پارٹی کے اراکین فائز ہوتے ہیں۔ اس لئے پارٹی اور انتظامیہ میں اختلاف رائے اور عدم تعاون کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ ایسی گرفت کی بدولت پارٹی ملک کی عوامی زندگی پر پوری طرح سے حاوی ہے۔

جہاں تک اس پارٹی کی رکنیت کا تعلق ہے، صرف معدودے چند لوگ ہی اس کے ارکان بنائے جاتے ہیں، جنہوں نے کسی وقت بھی جماعت کی مخالفت نہ کی ہو اور ہمیشہ اس کے فیصلوں اور پالیسیوں کو تسلیم کیا ہو۔ رکنیت کے امیدوار ہونے کے لئے ایک طویل مدت آزمائشی طور پر گذارنا پڑتی ہے۔ جماعت کی پالیسی کی مخالفت کرنے والوں کو خارج کر دیا جاتا ہے۔

کمیونسٹ پارٹی کی تنظیم۔ (۱) ابتدائی تنظیم۔ کمیونسٹ پارٹی کا سب سے چھوٹا ادارہ ابتدائی تنظیم کہلاتا ہے اور کم از کم تین ارکان پر مشتمل ہوتا ہے۔ تاہم اس ادارے کے زیادہ ارکان بھی ہو سکتے ہیں۔ سوویت یونین میں کم از کم ایسی تین لاکھ پچاس ہزار تنظیمیں ہیں۔ اور یہ تنظیمیں ملوں، کارخانوں، سرکاری زرعی کارخانوں، مشینوں اور ٹریکٹروں کے اداروں، تمام اقتصادی اداروں، اجتماعی زرعی فارموں، فوجوں کی یونٹوں، دیہاتوں، دفتروں اور تعلیمی اداروں میں قائم کی جاتی ہیں۔ اگر ابتدائی تنظیم میں کم از کم پندرہ رکن موجود ہوں تو انتظامیہ کمیٹی جسے "بیورو" کہا جاتا ہے،

منتخب کی جاتی ہے۔

یہ ابتدائی تنظیمیں عوام میں اشتراکی نظریات کی تشہیر کرتی اور عوام کو جماعتی احکامات کے بجالانے کی تلقین کرتی ہیں۔ نیز یہ محنت کشوں کو ترغیب دیتی ہیں کہ وہ فیکٹریوں، سرکاری فارموں اور اجتماعی فارموں میں محنت سے کام کریں۔

(۲) کل یونین کانگرس۔ کمیونسٹ پارٹی کا یہ سب سے زیادہ با اختیار ادارہ ہے، جس کا ہر چار سال بعد ماسکو میں اجلاس ہوتا ہے۔ اس اجلاس میں سوویت یونین جمہوریہ اور دوسرے علاقوں کی پارٹی تنظیموں کے نمائندے شرکت کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کانگرس پارٹی اور حکومت کی آلۂ کار ہے جس کا انعقاد محض اس لئے ہوتا ہے کہ برسرِاقتدار طبقے نے جو پالیسی مرتب کی ہے اور جو فیصلے کئے ہیں، وہ ان کی توثیق کر دے۔ کانگرس کے اجلاس میں پارٹی کی سابقہ کارکردگی کی رپورٹ پیش کر کے اس کا جائزہ لیا جاتا ہے اور آئندہ پروگرام پر بھی غور و خوض کیا جاتا ہے۔

(۳) مرکزی کمیٹی۔ مرکزی کمیٹی کا انتخاب کل یونین کانگرس کی ذمہ داری ہے۔ اس کمیٹی کا سب سے اہم فرض یہ ہے کہ کانگرس کی عدم موجودگی میں پوری پارٹی کی راہنمائی کرے۔ پارٹی حکومت کے اخبارات اور مطبوعات کے ایڈیٹروں کا تقرر کرتی ہے۔ نیز پارٹی کے مالیات کا انتظام بھی سنبھالتی ہے۔

(۴) پولٹ بیورو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پولٹ بیورو ہی

ہی اصل اختیارات کا مالک ادارہ ہے۔ ۱۹۵۲ء سے پہلے اس کمیٹی کے دو ادارے تھے۔ یعنی "سیاسی بیورو" جو پارٹی کا سیاسی انتظام چلاتا تھا۔ اور "تنظیمی بیورو" جو پارٹی کے تنظیمی فرائض سرانجام دیتا تھا۔ لیکن ۱۹۵۳ء میں انیسویں کانگرس نے یہ دونوں ادارے ختم کر دیئے اور ان کی جگہ ایک نیا ادارہ یعنی مرکزی کمیٹی کا پریذیڈیم قائم کیا گیا جس میں پارٹی کے چوٹی کے راہنما شامل ہوتے تھے۔ اب پھر اس کو "پولٹ بیورو" کا نام دیا گیا ہے۔ حقیقی معنوں میں یہی سوویت یونین کا حکمران گروہ ہے۔

سوویت نظامِ حکومت میں کمیونسٹ پارٹی اہم کردار ادا کرتی ہے اور سوویت حکومت کے مقاصد کے حصول کے لئے ایک منظم فوج کی طرح سرگرمِ عمل رہتی ہے۔ سوویت یونین کے تمام شہروں پر اس کا پورا پورا اثر ہے۔

جمہوری مرکزیت پارٹی کا رہنما اصول ہے جس کے مطابق کمیونسٹ پارٹی کے اندر ارکان کسی مسئلہ پر آزادانہ بحث تو کر سکتے ہیں لیکن جب فیصلہ ہو جائے تو کسی کو مزید بحث کا حق حاصل نہیں ہے اور پھر اسے تمام پارٹی پر لاگو کر دیا جاتا ہے۔ ان فیصلوں کے خلاف کوئی دھڑے بندی نہیں بنائی جا سکتی اور نہ ہی ان فیصلوں سے کسی کو انحراف کرنے کا حق حاصل ہے۔ انحراف و دھڑے بندی کو سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔

رائے عامہ پر اثر انداز ہونے کے لئے تمام ذرائع ابلاغ پر کمیونسٹ پارٹی کی اجارہ داری ہے۔ اور عوام کو قائل کرنے کے

پولیس کو اپنے حصول مقصد کے لئے ہر حربہ استعمال کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ تاہم سٹالن کی موت کے بعد پولیس کے غیر معمولی اختیارات گرفتاری، جلاوطنی وغیرہ میں کافی حد تک کمی کر دی گئی ہے۔ خروشیف کے دور میں سیاسی قیدیوں کے لئے بیگار کیمپوں کی سزائیں بہت حد تک تخفیف کر دی گئی ہے۔ تاہم یہ سزائیں کلی طور پر ختم نہیں کی گئیں۔ سٹالن کے دور کی نسبت پولیس کا بہت زیادہ دباؤ اب کافی حد تک کم ہو گیا ہے۔

روسی اقتصادی نظام

۱۔ ملکیت ریاست۔

سوویت یونین کی اقتصادیات میں یہ سب سے نمایاں خصوصیت ہے کہ وسائل پیداوار مثلاً اراضی، دھاتیں، فیکٹریاں کانیں، بنک اور زراعت، حکومت کے قبضہ میں ہیں۔ انیسویں صدی میں مغربی ممالک کی اقتصادی پالیسی یہ تھی کہ حکومت اقتصادیات میں دخل انداز نہ ہو، لیکن بیسویں صدی میں کارل مارکس کے نظریات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سوویت یونین نے اس کے بالکل برعکس طرزِ عمل اختیار کر لیا کہ حکومت اقتصادیات میں نمایاں طور پر دخل انداز ہو۔

یہ امر خالی از دلچسپی نہیں کہ مغربی ممالک کی اقتصادیات میں عدمِ مداخلت

لئے ہر طرح سے اشتراکی نظریات کی تشہیر کی جاتی ہے کہ اشتراکی حکمرانوں کے پاس تمام انسانی مسائل کا حل موجود ہے۔ المختصر کمیونسٹ پارٹی حکمران طبقے کے ہاتھ میں ایک ایسا حربہ ہے، جو پورے ملک کی عوامی زندگی پر محیط ہے۔

(۵) **خفیہ پولیس**۔ سوویت یونین کی حکومت و انتظامیہ کے ساتھ خفیہ پولیس کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ جونہی اشتراکیوں نے مسندِ اقتدار پر قدم رکھا، انہوں نے چند ہفتوں کے بعد ہی اس آلۂ کار کو تشکیل دی۔ انقلاب کے بعد وقتاً فوقتاً اندرونِ ملک تصادم سے اس کا قیام اور خدمات کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا گیا۔ اس کا اولین مقصد یہ ہے کہ کمیونسٹ پارٹی کی حکومت کے استحکام اور تحفظ کا یقین دلایا جائے۔ سنہ ۱۹۱۸ء کے بعد خفیہ پولیس، سوویت حکومت کا ایک لازمی حصہ بن گئی ہے۔ ہر گاؤں، فیکٹری، حکومت کے تمام دفاتر اور وزارتوں میں اس کا ہاتھ ہوتا ہے۔

اس پولیس کا طریق کار بہت سخت اور غیر انسانی ہے۔ جب کسی شخص کو گرفتار کیا جاتا ہے تو اسے ہراساں کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ تفتیش عموماً رات کے وقت کی جاتی ہے۔ دورانِ تفتیش، پولیس کے ذہن میں یہ مفروضہ ہوتا ہے کہ ملزم نے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ تفتیشی افسر اسے اقبالِ جرم کے لئے مجبور کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کا یہ بھی مقصد ہوتا ہے کہ وہ اپنے جرم میں شریک دوسرے ساتھیوں کے نام بھی ظاہر کرے۔ گو

. . . کی پالیسی میں اب بہت حد تک ترمیم ہو چکی ہے لیکن یہ سوویت یونین میں مروجہ پالیسی کے برابر نہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ تمام سوویت یونین ایک بہت بڑی فیکٹری میں تبدیل ہو ہو چکا ہے۔ سوویت اقتصادیات میں طلب و رسد کے اصول کو اہم مقام حاصل نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس سوویت یونین کے مختلف اقتصادی منصوبے ہوتے ہیں اور پارٹی کی قیادت ان منصوبوں کو تشکیل دیتی ہے۔ پارٹی یہ بھی فیصلہ کرتی ہے کہ کس پراجیکٹ کو ترجیح دی جائے۔ علاوہ ازیں ہلکی اور بھاری صنعتوں میں توازن قائم کرنا بھی اسی کی ذمہ داری ہے۔ ان منصوبوں کے مسودات علاقائی اور مقامی کونسلوں میں نظرثانی کیلئے پیش کئے جاتے ہیں اور ترمیم کے بعد ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔

سوویت یونین اور مشرقی یورپ میں تمام خوراک اور اشیائے ضرورت کی پیداوار حکومت کے منصوبہ میں شامل ہوتی ہے۔ اس منصوبہ کے تحت ہر ایک فیکٹری اور کارخانہ کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ مطلوبہ اشیاء کی ایک مقررہ مقدار پیدا کرے۔ سوویت یونین کی ان اشیاء میں سے زیادہ تو بھاری صنعتوں کو فروغ دینے کے لئے تیار کی جاتی ہیں۔ سالانہ پیداوار میں روزمرہ کی اشیاء ضرورت مثلاً کپڑے اور گھریلو اشیا کا ایک قلیل حصہ تیار ہوتا ہے۔ اشیائے ضرورت جو اکثر مارکیٹ میں طلب کو پورا نہیں کر سکتیں، کواپریٹو سٹوروں میں فروخت کی جاتی ہیں۔

[illegible] حکومت کا کنٹرول ہوتا ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اشیا کی تیاری اور فروخت حکومت کے قبضہ میں ہوتی ہے۔

اشتراکی نظام کا یہ دلکش مادی نعرہ ہے کہ فیکٹریاں مزدوروں کی ملکیت ہیں۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ اس نظام میں فیکٹریاں اور تمام صنعتکاری کی حقیقی مالک اشتراکی ریاست ہوتی ہے اور نوکر شاہی حکومت کی بہت بڑی مشین میں مزدور کی حیثیت محض ایک [illegible] پرزے کی سی ہوتی ہے۔ اور اس سارے نظام کا حتمی اختیار کمیونسٹ پارٹی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

ایسی صورت حال میں مزدوروں کی ٹریڈ یونین بھی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ اشتراکیت میں ایسی یونین صرف اس لئے ہوتی ہے کہ حکومت کے احکام و فرامین پر عملدر آمد کرایا جائے اور ان میں نظم و ضبط قائم رکھا جائے۔

۲- صنعتکاری

سوویت نظام کی دوسری نمایاں خوبی یہ ہے کہ ملک صنعتکاری کی دوڑ میں بہت آگے نکل چکا ہے۔ انقلاب کے بعد ہی روس نے صنعتی ملک بننے کا تہیہ کر لیا تھا۔ گو عظیم یورپی طاقتوں کی نسبت صنعتی دوڑ میں بہت پیچھے تھا لیکن قدرتی وسائل کی بدولت اس نے صنعتکاری کو فروغ دینا شروع کیا۔ جس کا آغاز [illegible] میں ہوا۔ ۱۹۱۴ء میں حکومت زار کے ماتحت

روس بھاری صنعت کی پیداوار کے سلسلہ میں فرانس کے صنعتی معیار تک پہنچ چکا تھا۔ لیکن ۱۹۴۱ء میں سوویت یونین کی صنعتی پیداوار جرمنی کے برابر ہو گئی جنگ عظیم دوم کے بعد صنعتکاری کو بہت فروغ ملا ہے۔ ملک کے طول و عرض میں ہزاروں فیکٹریاں قائم کر دی گئی ہیں۔ اور اس وقت سوویت یونین صنعتکاری کے لحاظ سے دنیا میں دوسرا بڑا ملک ہے۔

سوویت یونین کی صنعتکاری میں کارکنوں کے لئے ہڑتال کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ ہڑتالیوں کو مالی بحران اور سیاسی سرگرمیوں کے الزام میں سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ عملی طور پر ہڑتالوں پر پابندی ہے بلکہ انہیں اس نعرہ سے خاموش کیا جاتا ہے کہ چونکہ وسائل پیداوار کے مالک خود مزدور ہیں اسی لئے وہ اپنے ہی خلاف ہڑتال نہیں کر سکتے۔ حالانکہ یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مزدور نہیں بلکہ ریاست ان وسائل کی مالک ہے اور حکومت کی ہر ممکن یہی کوشش [illegible] ہے کہ کسی قسم کی مخالفت، ہڑتال یا احتجاج نہ ہو۔ تاہم مشرقی [illegible] کے اشتراکی ممالک میں ہڑتالیں ہوتی رہتی ہیں۔

غیر اشتراکی ممالک میں اشتراکی لوگ مزدوروں کے ہمدرد [illegible] کر رائج الوقت حکومت کے خلاف انہیں مشتعل کرتے ہیں۔ لیکن اس سے اُن کا قطعاً کوئی ایسا مقصد نہیں جس سے مزدوروں کی اقتصادی حالت سدھارنا مقصود ہو بلکہ اس کے پس پشت اُن کے سیاسی عزائم ہوتے ہیں تاکہ مزدوروں کی قوت [illegible]

[illegible] انقلاب لا کر اشتراکی حکومت قائم کی جائے۔ اشتراکیت کے [illegible] فیڈریشن آف ٹریڈ یونینز (WFTU) دنیا کی تمام [illegible] یونینوں کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتی ہے۔ [illegible] حکومت میں صنعتکاری سے دو مقاصد حاصل کئے [illegible] ہیں۔ اوّل چونکہ تمام صنعتیں قومی ملکیت ہیں۔ اس [illegible] اشتراکی نظام کے رحم و کرم پر زندگی بسر کر رہے ہیں [illegible] صورت میں بھی اس سے روگردانی کی جرات نہیں کرتے۔ [illegible] مزدوروں کے استحصال کا نعرہ بلند کر کے غیر اشتراکی ممالک [illegible] اشتراکیت کے حلقہ بگوش کیا جاتا ہے۔

۳۔ زراعت

[illegible] اقتصادیات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ زراعت کے [illegible] اجتماعی فارم کا تصور و عمل پیش کیا گیا۔ روس میں حکومت [illegible] میں یہ پروگرام جاری کیا کیونکہ کسانوں کے [illegible] حکومت کی مرضی کو ٹھونسنے کے لئے یہ ایک مؤثر [illegible] اجتماعی فارم قائم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اسے کسانوں [illegible] کے لئے آلہ کار بنائے۔ علاوہ ازیں زرعی [illegible] اضافہ بھی مقصود تھا تاکہ شہروں اور صنعتی آبادی [illegible] حکومت براہ راست غلہ حاصل کر سکے۔ اس نصب العین [illegible] ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد ہی بہت سے زمینداروں [illegible] سے محروم کر دیا گیا، گرفتار کر لیا گیا، انہیں پھانسی

دی گئی یا پھر سائبریا میں جلاوطن کر دیا گیا۔ تمام اشتراکی ممالک
میں کسانوں کے لئے "خود مختار ملکیت زمین" کا وعدہ منسوخ کر
دیا گیا ہے۔ اشتراکیت نے اپنے دلفریب دعوؤں میں سب
کو زمین کا مالک بنانے کا وعدہ کیا لیکن عملی طور پر کسی کو بھی
حق ملکیت نہ دیا۔

متوسط طبقہ نے اجتماعی فارم کی سکیم کے لئے سوویت پالیسی
کی شدید مخالفت کی۔ لیکن حکومت نے اجتماعی کاشتکاری کے
نظام کو قبول کرنے کے لئے کسانوں پر بہت زیادہ زور ڈالا۔
جب حکومت نے اجتماعی کاشتکاری کے لئے عملی قدم اٹھایا
تو بہت سے کسانوں نے اپنی فصلیں اور گودام تباہ کر دیئے
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کے ماتحت عوام کی فاقہ کشی تک
نوبت پہنچ گئی۔ زرعی پیداوار میں قحط سالی کا سا زوال آگیا۔

آج کل زراعت کی تقسیم یوں ہے۔ ا۔ اجتماعی فارم ب۔
حکومت کے فارم۔ ج۔ نجی قطعات اراضی جو کہ ناکافی اور برائے
نام رقبہ مالکان کی گذر بسر کے لئے دیا گیا ہے۔

ا۔ اجتماعی فارم: اجتماعی فارم ان اراضیات پر مشتمل
ہوتا ہے جن کے مالکوں کو حکومت مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے
حقوق ملکیت چھوڑ دیں۔ اس میں نہ صرف اراضی ہی شامل
ہے بلکہ نجی رہائش گاہیں، ذاتی مشینری اور سٹاک بھی حکومت
کی ملکیت متصور ہوتا ہے۔ اجتماعی فارم کو چلانے کے لئے
مقامی کمیونسٹ پارٹی کی مرضی سے ایک صدر کا انتخاب کیا

جاتا ہے۔ اس قسم کے فارم کی تمام ضروریات و اخراجات
اس کی پیداوار اور منافع سے پورے کئے جاتے ہیں۔ اور
ان کی تمام پیداوار حکومت کے سٹوروں پر بہت کم قیمت پر
بیچی جاتی ہے۔ اور اجتماعی فارم میں کام کرنے والے کسی
فرد کو کھلی مارکیٹ میں کسی بھی جنس کو بیچنے کی اجازت نہیں
ہے۔ حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ اجتماعی فارموں سے کم
سے کم قیمت پر اجناس خریدی جائیں۔ یوں "قدر زائد"
کسانوں کی بجائے حکومت کے خزانہ میں چلا جاتا ہے۔

ب۔ حکومت کے فارم۔ حکومت کے فارم کلی طور پر
حکومت کی تحویل میں چلائے جاتے ہیں۔ اس کے تمام
اخراجات اور مزدوری حکومت کے بجٹ سے پورے
کئے جاتے ہیں۔ اور اس کی تمام پیداوار حکومت کے سٹور
میں چلی جاتی ہے۔ اور ایسے فارموں پر کام کرنے والے
مزدوروں کو یومیہ کے حساب سے مزدوری ادا کی جاتی
ہے۔

ج۔ نجی قطعات اراضی۔ اجتماعی فارم کے مالکان سے
جب حقوق ملکیت حکومت چھین لیتی ہے اور وہ اجناس
کو بیچنے کے بھی مستحق نہیں ہوتے۔ اس لئے حکومت مالکان
کے خاندان کی گذر بسر کے لئے ایک مختصر سا قطعۂ اراضی دے
دیتی ہے جس کی پیداوار بیچنے کا انہیں حق حاصل ہوتا ہے۔
لیکن بسا اوقات اس قطعہ کی پیداوار ان کی ضروریات

کو پورا نہیں کرتی۔

اس صورتِ حال سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سرمایہ دار کی طرح اشتراکی حکومت بھی کسانوں اور مزدوروں کا استحصال کرتی ہے اور ان کو ان کی محنت کے مطابق معاوضہ نہیں دیتی۔ کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز نے جاگیرداروں اور صنعتکاروں کو کسانوں اور مزدوروں کے استحصال کا ذمہ دار ٹھہرایا لیکن اشتراکی نظام کے عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظام بذاتہٖ جاگیرداروں اور صنعتکاروں کی نسبت بدتر ہے۔

اقتصادی اثرات

ا۔ معاشی تحفظ۔ جب تمام وسائل پیداوار یعنی خام مال مارکیٹ اور انسانی قوت پر حکومت کا قبضہ ہو تو اس سے کساد بازاری کا خطرہ نہیں رہتا۔ اور بے روزگاری کے اثرات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ تاہم اس تحفظ کا منفی پہلو یہ ہے کہ غیر اشتراکی ممالک کی طرح سوویت یونین کے کارکنوں کو اپنا پیشہ تبدیل کرنے کی آزادی نہیں ہے۔ اور کسی شخص کا کسی پیشہ کو ترک کر دینا اس سے بھی بدتر ہے۔ جب کوئی شخص اپنا پیشہ چھوڑتا ہے تو اس کا جرم کچھ ایسا ہی ہے جیسے کوئی سپاہی اپنی مرضی سے اپنی رجمنٹ کو چھوڑ دے۔ پیشہ چھوڑنے یا تبدیل کرتے وقت درخواست گذار کو اپنی "پاس بک" جس پر اس کی ملازمت کا تمام ریکارڈ ہوتا ہے، حکومت

کے حوالے کرنا ہوتی ہے۔ اِس میں عرصہ ملازمت میں اُس کی نافرمانیوں اور غلطیوں کا اندراج بھی ہوتا ہے۔ جب تک وہ اپنی گذشتہ ملازمت، حکومت کی اجازت کے دستاویزی ثبوت پیش نہ کرے، اُسے آئندہ ملازمت کے لیے انکار کیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات تو حکام بالا اسے سزا بھی دیتے ہیں۔ یوں سوویت یونین میں کسی کارکن کو اپنی تقدیر بدلنے کے لیے بہت کم آزادی ہوتی ہے۔

ب۔ مساواتِ آمدنی۔ اِس سلسلہ میں روس میں پہلا طریق کار یہ تھا کہ ہر ایک شخص کو مساوی اُجرت دی جائے لیکن اس اصول سے عوام میں جانفشانی سے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی تحریک میں کمی واقع ہو گئی اور پیداوار پر بھی اس کا بہت بُرا اثر پڑا۔ اس صورتِ حال اور وقت کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اشتراکیوں نے اس اصول کو تبدیل کر دیا۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء کے آئین کی دفعہ ۱۲ میں یوں مرقوم ہے کہ "ہر ایک سے اس کی صلاحیت کے مطابق کام لو اور اس کی ضرورت کے مطابق اسے اجرت دو۔" اس اصول کے مطابق مغربی ممالک کی نسبت روس میں عوام کی آمدنیوں میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اب جبکہ مغربی سرمایہ دار ممالک مساواتِ آمدنی کی طرف گامزن ہیں، اشتراکی ممالک اِس سے مختلف سمت کی طرف جا رہے ہیں۔ اور وہاں پر عدم مساوات کا اظہار واضح طور پر موجود ہے۔

۱۹۶۵ء کے ایک جائزہ کے مطابق حکومت اور پارٹی اور
فوج کے اعلیٰ افسروں کی سالانہ آمدنی ۵ لاکھ روبل سالانہ
ہوتی ہے - اس کے بعد دوسرا طبقہ ہیں کمتر افسران، نمایاں فنکار
سائنسدان، مصنفین، اور ریاست کے مختلف منصوبوں کے
ڈائریکٹر شامل ہیں اور یہ لوگ بھی لاکھوں روپے کماتے ہیں تیسرا
طبقہ ادنے افسروں، انجنیئروں، مکنیکوں، اجتماعی فارموں کے
مینیجروں پر مشتمل ہے جن کی سالانہ آمدنی بیس ہزار روبل ہے -
چوتھے طبقہ ہیں کسان اور مزدور شامل ہیں جن کی آمدنی آٹھ
ہزار روبل سالانہ ہے - معاشی فرق کے علاوہ مختلف طبقات
کے سماجی مفادات و مراعات ہیں بہت زیادہ فرق ہے - اس
عملی جائزہ کے تحت اشتراکیت کا نظریۂ مساوات باطل ہو کر
رہ جاتا ہے - اور ایک بدترین نظام کی صورت پیش کرتا ہے -

ج - غیر طبقاتی معاشرہ - ۱۹۱۷ء میں پرولتاری انقلاب
کا یہ اولین مقصد تھا کہ مختلف طبقات کو ختم کر کے ایک
"غیر طبقاتی معاشرہ" قائم کیا جائے - ۱۹۲۰ء میں سوویت
کے قائدین نے "اصول مساوات" کے تحت کام چلانے کی
کوشش کی جس کے مطابق تمام افسروں، مزدوروں، فنی
اور غیر فنی کارکنوں سب کو مساوی اجرت دی جاتی تھی -
لیکن اشتراکی حکومت پر جلد ہی یہ بات عیاں ہو گئی کہ تنخواہوں
اور مزدوری کی مساوی شرح سے پیداوار کے لئے تحریک
میں کمی ہو رہی ہے - چنانچہ ۱۹۳۱ء میں سٹالن نے مساوات اور

کا اصول ختم کر دیا اور اجرت کی نئی شرح قائم کی
[illegible] پیداوار میں اضافہ کی تحریک پیدا کرنا مقصود
تھا -

[illegible] میں عدم مساوات کے علاوہ رہائش کے سلسلہ میں
[illegible] طبقات کو مختلف سہولتیں دی جاتی ہیں - اعلیٰ
[illegible] لوگوں کو بہتر اور کھلے گھر مہیا کئے جاتے ہیں - یوں
[illegible] اور اعلیٰ فوجی حکام تو عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے
[illegible] اکثر کے پاس دیہاتی اور شہری رہائش
[illegible] شہروں میں اُن کے گھر محل نما ہوتے ہیں - چونکہ
[illegible] میں کسی بھی طبقہ کو جائیداد کا حق ملکیت حاصل
[illegible] اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو ہر وقت خطرہ لاحق رہتا
[illegible] پارٹی کی خوشنودی حاصل نہ رہی تو انہیں اس
[illegible] کر دیا جائے گا - اور اگر وہ پارٹی کے منشور کے خلاف
[illegible] میں شامل ہوئے تو انہیں ان عالیشان رہائش
[illegible] نکال دیا جائے گا -

[illegible] کے لحاظ سے بھی سوویت یونین عوام سے
[illegible] نہیں کیا جاتا - مزدوروں اور کسانوں کی ایک کثیر
[illegible] سے محروم ہے - ایک رپورٹ کے مطابق سوویت
[illegible] ملازمت کے پہلے چھ ماہ میں علاج معالجہ کی سہولتیں
[illegible] ہیں - اور اگر کوئی شخص مسلسل دس سال تک اپنے
[illegible] کام [illegible] رہے تو دوران علالت اس کے تمام

اخراجات پورے کئے جاتے ہیں۔ مردوں کو ۶۰ سال کی عمر میں
پنشن کا حق دیا جاتا ہے، بشرطیکہ اُس نے ۲۵ سال تک مسلسل
کام کیا ہو۔ خواتین ۵۵ سال کی عمر میں پنشن حاصل کر سکتی ہیں
لیکن اس کے حصول کے لئے انہیں ۲۰ سال تک کام کرنا لازم
ہے۔ سوشل سیکورٹی حکومت کے ہاتھ میں ایک آلۂ کار بھی [illegible]
کہ وہ مزدوروں کو ساری عمر ایک ہی کام کرنے پر مجبور کر سکے۔

مساواتِ آمدنی اور غیر طبقاتی معاشرہ کے موضوع کے [illegible]
مختلف اعداد و شمار کے مطابق اس حقیقت کا انکشاف ہوا
ہے کہ کارل مارکس کے خیالی غیر طبقاتی معاشرہ کا قیام نہ صرف
مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ ایک فرانسیسی مصنف آندرے [illegible]
جس نے پہلے اشتراکی نظریات کو اپنایا لیکن بعد میں انہیں خیرباد
کہہ دیا "غیر طبقاتی معاشرہ" کے سلسلہ میں یوں اپنے خیالات کا
اظہار کیا ہے کہ "معاشرہ کے پرانے طبقات پھر سے نئی شکل میں
نمودار ہو رہے ہیں۔ فکری لحاظ سے مفکرین اور ان کے [illegible]
کا ایک اعلیٰ طبقہ نئے روپ میں معرضِ وجود میں آ رہا ہے۔ [illegible]
اس کے پیشِ نظر یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ آئندہ نسل میں [illegible]
کے لحاظ سے ایسا طبقاتی فرق دیکھنے میں آئے گا"

سوویت نظام کے جسمانی نظام کا ایک تاریک پہلو یہ بھی
ہے کہ نچلے طبقہ کے لوگوں کو اپنی تقدیر بدلنے کے لئے [illegible]
کی تنظیم کی تشکیل کی آزادی نہیں۔ ٹریڈ یونین جو غیر اشتراکی
ممالک میں مزدوروں کے مطالبات کے اظہار اور مطالبات [illegible]

[illegible] آلۂ کار ہیں، سوویت یونین میں مزدوروں کو سخت
[illegible] اور زیادہ پیداوار کی تلقین کرنے کے لئے استعمال
ہوتی ہیں۔

[illegible] اشتراکیت میں نہ تو عملی طور پر غیر طبقاتی معاشرہ قائم
[illegible] اور نہ ہی عوام کو انفرادی طور پر اپنے حالات سدھارنے
کی آزادی حاصل ہے۔ کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز کے انکشاف
کے مطابق قدیم دور میں غیر طبقاتی معاشرہ موجود تھا۔ لیکن اس کی
[illegible] وجہ بھی بیان کی ہے کہ اس زمانے میں چونکہ آلات کی ایجاد
[illegible] زندگی میں سادگی تھی اور لوگ اپنی ضروریات کو
[illegible] کے لئے اجتماعی طور پر قدرت کے وسائل پر انحصار
[illegible] اور کسی کی کوئی نجی ملکیت نہ تھی۔ اس لئے اس دور
[illegible] انسان میں کسی قسم کا طبقاتی فرق نہ تھا۔ کارل مارکس کا یہ
[illegible] ہے کہ انسان مختلف ارتقائی مراحل طے کر رہا ہے اور
[illegible] ترقی کی جانب بڑھ رہا ہے۔ کارل مارکس اور
[illegible] اینگلز کے نظریہ کے مطابق آلات کے وجود سے ایک
[illegible] گروہ پر اس لئے برتری جتانے لگا کہ اس کے پاس
[illegible] آلات نہیں تھے۔ اس دلیل کے مطابق موجودہ سائنسی
[illegible] کے نظریہ کی نفی کر دیتا ہے۔ جبکہ سائنسی ایجادات
[illegible] ممالک ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش
[illegible] انسان کی ضروریات میں قدیم دور کی سی سادگی نہیں
[illegible] ارتقائی نظریہ کے مطابق انسان مستقبل میں مزید سائنسی

ایجادات کی طرف قدم بڑھائے گا۔ اس لئے غیر طبقاتی معاشرہ کا وجود تخیل کی دنیا میں تو ممکن ہے، لیکن عملی دنیا میں مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ کیونکہ اس کے لئے قدیم دور کی سی سادگی کا وجود لازمی ہے، اور سماج کے ارتقاء کے تحت یہ ناممکن ہے۔

د۔ **معیارِ زندگی**۔ یہ سوال موضوع بحث بنا ہوا ہے کہ آیا اشتراکی حکومت کے تحت معیارِ زندگی بلند ہوا ہے یا نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ معیارِ زندگی بلند کرنے کے لئے ارادتاً رُکاوٹ پیدا کی جاتی ہے۔ خوراک جیسی بنیادی ضرورت کی کمی ہے۔ ایسی ضروریات کی نسبت حکومت فوجی قوت کے لئے بھاری صنعتوں پر زور دے رہی ہے۔

رہائش بھی ایک حل طلب مسئلہ ہے۔ سوویت یونین میں ایک ہی گھر میں متعدد خاندان سکونت پذیر ہیں۔ اور ایک خاندان ایک ہی کمرہ میں گذارا کر رہا ہے۔ تاہم حکومت نے طبی امداد، رہائش اور رہائشی پروگرام مرتب کئے ہیں۔ مقابلتاً سوویت یونین کی نسبت سرمایہ داری نظام کے حامی ممالک میں عوام کو بہت زیادہ سہولتیں حاصل ہیں۔ سوویت آئین کی دفعہ ۱۰ میں یوں مرقوم ہے کہ "آئین میں شہریوں کو اپنی آمدنی اور بچت سے رہائش گاہ، گھریلو ثانوی معیشت، گھریلو فرنیچر، برتن اور ذاتی سہولت اور استعمال کی اشیا اور ذاتی ملکیت کی وراثت کے حق کا تحفظ دیا گیا ہے۔" اس کا مطلب ہے کہ آئینی طور پر سوویت یونین میں رہائش گاہوں کی ملکیت کا حق تو ضرور حاصل ہے۔ اور

[illegible] شہریوں کو ذاتی گھروں کی تعمیر کے لئے قرضے بھی دیتی ہے [illegible] ان گھروں کے مالکوں کو زمین کی ملکیت کے حق سے محروم رکھا [illegible] اور اس قسم کی جائیداد کے حصول میں بہت سی [illegible] سے رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں۔ کسی گھر کی تعمیر اور ملکیت [illegible] سب سے بڑی رکاوٹ محدود آمدنی ہے۔

۳۔ رُوسی سماجی نظام

[illegible] سوویت یونین میں تمام سماجی نظام بذاتہ تعلیم سے [illegible] اشتراکی تعلیمی نظام کے مقاصد، وسعت اور تسلط [illegible] ممالک کی نسبت بہت مختلف ہے۔ سٹالن نے [illegible] تعلیم وہ ہتھیار ہے جس کے اثرات کا انحصار معلم اور طالب علم دونوں پر ہوتا ہے۔ اشتراکی نظام تعلیم کا اولین [illegible] ہے کہ ہر ایک شخص کو ایک اچھا اشتراکی بنایا [illegible] اور نئی نسل کو اشتراکی قوم کے قالب میں ڈھالا [illegible] اشتراکی تعلیم نہ صرف اپنے شہروں تک محدود ہوتی [illegible] بلکہ ہر ممکن طریقے سے دوسروں کو اشتراکی معلومات [illegible] اور انہیں متاثر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ [illegible] اخبارات، جرائد و کتب، ریڈیو، ٹیلی ویژن، لائبریریاں [illegible] اور تھیٹر سب اسی نظامِ تعلیم کا ایک حصہ ہوتے ہیں [illegible] اور عوام کی سوچ کو متاثر کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے

ہیں۔ کوئی شخص بھی حکومت کے اِس مسلسل تعلیمی پروپیگنڈے
کی زد سے بچ نہیں سکتا۔ ہر بات جو عوام میں کہی جاتی ہے
پہلے سے کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے
موجودہ اشتراکی حکومت موثر کردار ادا کرنے کے لئے تعلیم
کو ایک لازمی حصّہ قرار دیتی ہے تاکہ عوام کے ذہنوں پر اپنا
تسلط جما سکے۔ سوویت یونین کی خواندگی کی شرح ۹۸.۵ [illegible]
تاہم اس کا اطلاق ۹ سے ۴۹ سال کی عمر کے درمیان کے لوگوں
پر ہوتا ہے۔ خواندگی کی شرح میں اضافہ کے لئے حکومت سکولوں
میں اضافہ کر رہی ہے اور فیکٹریوں اور اجتماعی فارموں میں
بھی شبینہ سکولوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ تعلیمی نظام میں ادب
کی نسبت سائنس اور فنی تکنیکوں کے سیکھنے پر زیادہ زور دیا
جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سکولوں میں زباندانی پر خاص طور
توجہ دی جاتی ہے۔ ہائی سکول کی تعلیم کے اختتام تک ہر ایک
طالب علم سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ کم از کم ایک بدیشی زبان
میں گفتگو کر سکے۔ سوویت یونین میں انگریزی ایک مقبول
عام زبان ہے۔ دنیا کی تقریباً ہر ایک ملکی اور علاقائی زبان کا
مطالعہ کروایا جاتا ہے۔ ۱۹۶۲ء میں جسٹس ڈگلس [illegible]
کیا کہ تقریباً ۲۰ ہزار نوجوانوں کو تیار کیا گیا ہے کہ وہ [illegible]
زبانیں بول سکیں۔

تمام مضامین کی تدریس کا اولین مقصد یہی ہے کہ طلبا
پر اشتراکیت کی مہر ثبت کی جائے۔ چنانچہ عملی طور پر [illegible]

[illegible] نظر رکھا جاتا ہے۔ ایک روسی جریدہ کے مطابق
[illegible] کی تدریس کا اولین مقصد یہ ہے کہ طلبا میں جدلیاتی
[illegible] کو عملی طور پر سکھایا جائے۔ اور یہی وہ طریقہ
[illegible] باقی ماندہ توہمات اور مذہبی تعصبات کو جڑوں
[illegible] ہیں۔ جغرافیہ کی تدریس سے طلبا میں مادی نظریہ
[illegible] سکتا ہے۔

[illegible] یونین میں طلبا کو صرف یہی تعلیم دی جاتی ہے کہ
[illegible] تمام نظاموں سے بہتر و افضل ہے۔ سوویت
[illegible] ہے اور اس کے قائدین دنیا میں سب
[illegible] اور دور اندیش ہیں۔ انہیں یہ بھی سکھایا
[illegible] داری نظام میں رہنے والے لوگ سماجی طور
[illegible] کا شکار ہیں۔ انہیں صرف ایک اشارے کی
[illegible] اور وہ سرمایہ داری استحصالی قوتوں کے خلاف
[illegible] ہوں گے۔

[illegible] کے متعلق طلبا اور اساتذہ کی کسی طرح کی تنقید
[illegible] نہیں کیا جاتا۔ نصابی کتب جنہیں کمیونسٹ پارٹی
[illegible] اور سوویت یونین کی مجلس وزراء نے منظور کیا
[illegible] اساتذہ ان پر کسی قسم کا تنقیدی سوال نہیں اٹھا
[illegible] ظاہر ہوتا ہے کہ اشتراکیت نظام تعلیم میں
[illegible] آزادی حاصل نہیں ہے۔

سوویت یونین کے تعلیمی، زرعی، صنعتی منصوبے

سوویت یونین میں کسی بھی خاندان کی کسی وقت بھی تفتیش
کی جا سکتی ہے اور اِس تفتیش کے لئے مقامی اشتراکی پارٹی کے
کسی نمائندہ کو مقرر کیا جاتا ہے۔

اشتراکی خاندان کی زندگی اور ان پابندیوں سے تو یہی اخذ
کیا جا سکتا ہے کہ وہاں خاندانی آزادی اور اختیار ایسی کسی
چیز کا وجود نہیں۔ حتیٰ کہ ماں اور باپ اپنے ہی بچوں سے اپنے
ضمیر کے مطابق بات کرنے کے حق سے محروم ہیں اور زندگی کے
ہر موڑ پر اشتراکیت کی دہشت کا بھوت ان کے سروں پر
سوار رہتا ہے۔

اشتراکی نظام میں فرد کی حیثیت۔

اشتراکی حکومت میں فرد کے اپنے کوئی حقوق نہیں ہوتے
سوائے ان محدود حقوق کے جو اُسے حکومت کی طرف سے دیئے
جاتے ہیں، جن پر کسی وقت بھی پابندی عائد کی جا سکتی ہے یا
وہ سلب کئے جا سکتے ہیں اور وہ پولیس، سیاسی اور دوسرے
با اختیار ایجنسیوں کے بوجھ تلے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتا
ہے۔

اشتراکی معاشرہ میں فرد کو اپنے کام، مزدوری اور اپنے کام
کی شرائط کے تعین میں بہت کم دخل ہے۔ اُسے تو اپنے نظام کے
اوقات پر بھی کوئی اختیار نہیں اور نہ ہی میاں بیوی اپنی مرضی
کے مطابق اپنے بچوں کی پرورش کر سکتے ہیں۔ خاندان کی [illegible]

[illegible] کو مجبوراً کام کرنا پڑتا ہے۔ کسی مذہبی عقیدہ کو اپنانے
[illegible] انہیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔
اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اشتراکی حکومت کسی فرد کی خواہشات
[illegible] کا بہت کم خیال رکھتی ہے۔ حکومت مزدوروں اور
[illegible] کو صرف اس لئے کچھ مراعات دیتی ہے تاکہ پیداوار میں
[illegible] سچ تو یہ ہے کہ اشتراکی نظام میں ریاست فرد کے
[illegible] لئے نہیں بلکہ فرد ریاست کے تحفظ کے لئے پیدا
[illegible]

[illegible] نظام میں فرد کے محدود حقوق کے علاوہ حکومت نے
[illegible] پابندیوں کا ایک وسیع جال بن رکھا ہے تاکہ اُن
[illegible] اشتراکیت کے فکر و عمل تک محدود رہے اور بیرونی
[illegible] کا رابطہ قائم نہ ہونے پائے اور نہ ہی وہ غیر اشتراکی
[illegible] استفادہ کر سکیں۔ اِس مقصد کے حصول کیلئے سوویت
[illegible] مواصلات، اطلاعات و خبر رسانی، تبادلۂ خیالات
[illegible] میں سفر پر پابندی عائد کی جاتی ہے۔ سٹالن نے کہا
[illegible] درحقیقت سوویت سماجی نظام ہے۔ ملک کی
[illegible] نظام پر ان پابندیوں کا ایک حصہ ہے۔ غیر اشتراکی
[illegible] متعلق پڑھنے اور سننے پر بھی سخت پابندی ہے تاکہ
[illegible] کے عام باشندوں کو ان ممالک کی ترقی اور سرگرمیوں
[illegible] ہو سکے۔ لیکن اس کے باوجود اشتراکی نظام کی

گھٹن میں لوگ مغربی ممالک کے ریڈیائی پروگرام بڑے شوق
سے سنتے ہیں۔ حالانکہ اس کے لئے سخت سزائیں رکھی گئی ہیں۔
سوویت حکومت ان پروگراموں کو جام کرنے کے لئے بہت
زیادہ اخراجات برداشت کرتی ہے۔ ۳ر فروری ۱۹۶۰ء کو
سوویت حکومت نے برٹش پروگراموں کو سننے کی اجازت
دے دی تھی۔ تاہم امریکی پروگراموں کو جام کرنے کا سلسلہ ابھی
تک جاری ہے۔ تمام اخبارات اور معلوماتی ادب کو حکومت سنسر
کرتی ہے۔ ریڈیو سٹیشن حکومت کے قبضہ میں ہیں، اور ان کے
ذریعہ صرف وہی خبریں دی جاتی ہیں جن کی حکومت کی طرف سے
اجازت ہے۔ مغربی ممالک کی طرح کسی پرائیویٹ ریڈیو اور ٹیلی
ویژن سٹیشن کے قیام کی اجازت نہیں ہے۔ حکومت کی حتی
المقدور یہی کوشش ہوتی ہے کہ سوویت یونین کے شہری [illegible]
خبروں اور اطلاعات سے بے خبر رہیں۔

ان تمام پابندیوں کا مقصد یہ ہے کہ اشتراکیت کی گھٹن
میں محبوس لوگ کہیں حقیقت سے آشنا ہو کر اشتراکی پروپیگنڈا
کو شکست نہ دیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان پابندیوں کے [illegible]
لوگ صرف مارکس اور لینن کی تعلیمات کو سنتے رہیں اور انکے [illegible]
انکی کسی اور مکتب فکر سے واقفیت نہ ہو۔ اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ
ایک ہی ڈگر پر چلنے سے وہ مارکس اور لینن کی تحریرات کو الہامی
سمجھنے لگتے ہیں۔

تیسرا باب

مذہب و اشتراکیت

۱۔ آغازِ مذہب کے سلسلہ میں اشتراکی نظریہ

اشتراکیت نے جہاں دیگر مفکرین کے سیاسی، اقتصادی
[illegible] نظریات کی ترمیم و تردید سے ان کے متبادلات فراہم کئے
[illegible] انقلابی فلسفہ نے انسان کی روحانی ہیئت اور وجود
[illegible] اسے مادیت کی بھول بھلیوں میں پھنسا دیا۔
[illegible] مطابق نہ تو انسان و کائنات کے وجود کی کوئی توجیہ
[illegible] اور نہ ہی انسان کی روحانی زندگی کی ضرورت
[illegible] مقام دیا گیا ہے۔ اشتراکی مفکرین کی محدود
[illegible] مطابق اس فانی انسان کا کوئی غیر فانی خدا نہیں ہے بلکہ
[illegible] اپنے تخیلات و تصورات سے فوق الفطرت
[illegible] دیا ہے۔ درحقیقت اشتراکیت کا نظریہ یہ ہے
[illegible] انسان کا خالق نہیں، بلکہ خدا اس کے توہمات کی

کارل مارکس نے کہا کہ "مذہب کی تاریخ کا کوئی وجود نہیں [illegible]
صرف تہذیب و تمدن کی تاریخ ہے، جس کا مذہب صرف ایک
پہلو ہے۔ کوئی ایسے مذہبی حقائق نہیں ہیں جنہیں بغرض [illegible]
تاریخ کے سیاق و سباق سے علیحدہ کیا جا سکے۔" وجود مذہب
کے سلسلہ میں اشتراکیت کی قیاس آرائی یہ ہے کہ انسان نے
اپنی اقتصادی اور سماجی مشکلات کے پیشِ نظر اپنے توہمات کے
زیرِ اثر فوق الفطرت قوتوں سے معاونت کی ضرورت محسوس
کی۔ مثلاً خشک سالی، جنگ، بیماری، موت اور دیگر [illegible]
حادثات پر غلبہ پانا ناممکن تھا۔ اس لئے ایسی ناممکنات کا
بوجھ اس نے اپنے تصورات سے تخلیق کردہ دیوتاؤں کے
کندھوں پہ دھر دیا تاکہ حلِ مشکلات سے اسے تسکینِ قلب
نصیب ہو۔ فریڈرک اینگلز نے کہا کہ تمام مذاہب ان قوتوں [illegible]
جو انسان کی روزمرہ زندگی پر حادی ہیں، انسانی ذہن کا [illegible]
توہماتی عکس ہیں، جس میں دنیوی قوتیں، فوق الفطرت قوتوں
کا روپ دھار لیتی ہیں۔ تاریخ کے ابتدائی ادوار میں انسان
نے کائنات قدرت کی قوتوں کے عکس محض کو فوق الفطرت [illegible]
کیا، رفتہ رفتہ اس نے انہی قوتوں کو مختلف شخصیتوں کے [illegible]
میں پیش کر دیا۔ مذہب کے ابتدائی مرحلہ کی بنیاد ہندوستان
اور یورپ میں فرضی داستانوں پر رکھی گئی اور اس کا آغاز
دیدوں سے ہوا۔ چنانچہ اپنے ارتقائی مرحلہ میں ہندوستان
فارس، یونان، روم اور جرمنی کی سرزمین میں کائنات [illegible]

[illegible] نے سماجی قوتوں (مثلاً جنگ، بیماری) کا روپ دھا
[illegible] روزمرہ زندگی میں اُسے اِن قوتوں سے دوچار ہونا
[illegible] لیکن مذہب کی ارتقائی منزل میں ایک ایسا مقام
[illegible] مختلف دیوتاؤں کی قدرتی اور سماجی خوبیاں ایک
[illegible] واحد خدا میں مرتکز کر دی گئیں جو انسان کا محض ایک
[illegible] ہے اور یہی وحدانیت کی ابتدا ہے۔ تاریخی لحاظ
[illegible] یونانیوں کے گھٹیا فلسفہ کی پیداوار تھی۔ اور بعد ازاں
[illegible] یہودیوں کے قوی خدا "یہواہ" میں مجسم ہو گئیں۔"
[illegible] فکر میں تعبیرِ حیات کی ہر تان معاشی توجیہات
[illegible] زندگی کا خواہ کوئی پہلو ہو، مارکس اور اس کے ہمنوا
[illegible] روشنی ڈالتے ہوئے ضرور اقتصادی اسباب
[illegible] مثلاً اگر سیاست کا ذکر چھیڑیں، یہ فلسفہ
[illegible] نشیب و فراز کی وجہ انسان کی معاشی ضروریات
[illegible] اگر سماجی تعمیر و ترقی کے متعلق بات کریں، تو
[illegible] اقتصادی عوامل ہی کو اس کے محرکات ٹھہرائے گی
[illegible] کا سبب معلوم کرنے کی کوشش کریں تو اشتراکی
[illegible] اقتصادی محرکات کی فال نکالے گا۔ مثلاً کارل مارکس
[illegible] کا سبب بیان کرتا ہے کہ "بیماری، بھوک، استحصال
[illegible] ہیں جن پر انسان کو قدرت و اختیار حاصل نہیں
[illegible] پریشان ہے کیونکہ وہ اس پر حادی ہیں اور وہ
[illegible] بے بس ہے۔ چنانچہ وہ مذہب کی وساطت

[illegible] انہیں انسان دوستی اور سماجی بہبود کے کاموں کی [illegible] کرتا ہے اور استحصال کے عوض سستے داموں نیکیاں [illegible] کا وعدہ کرتا ہے۔ یوں انہیں بہت کم قیمت کے ٹکٹ [illegible] آسمانی خوشیاں مہیا کی جا سکتی ہیں۔ مذہب ایک روحانی [illegible] ہے جس میں سرمایہ داری کے غلام اپنا غم غلط کر کے [illegible] کی کا مطالبہ کرتے ہیں۔" کارل مارکس کہتا ہے کہ "مذہب انسان کے لئے افیون ہے اور یہ افیون اُسے فردوسِ فردا کا وعدہ کرتی ہے اور موجود نسلوں کو انصاف کے تقاضوں سے [illegible] ہے۔" اشتراکی سوچ کے مطابق مذہب انسان کو اس زمینی زندگی میں انصاف اور سکون دلانے سے قاصر ہے۔ اور وہ اس کا متبادل بھی پیش کرتے ہیں۔ لینن نے کہا کہ "مالک و مزدور ظالم و مظلوم کی کشمکش قبر سے پرے ایک بہتر زندگی کے وجود کو جنم دیتی ہے ۔۔۔ یہ محض واہمہ ہے لیکن ظالم و مظلوم کی کشمکش میں انقلاب [illegible] یقین دلایا جاتا ہے جہاں کچلے ہوئے انسانوں کے لئے بہتر زندگی کا صرف وعدہ ہی نہیں بلکہ اس کے حصول سے ہمکنار کیا جاتا ہے۔"

مذہب اس کائنات، انسان اور ہر ایک جاندار کے وجود کا ایک سبب پیش کرتا ہے کہ ان کا ایک خالق ہے جسے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ تاہم تمام مذاہب اس ایک خالق ہستی کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ایک فوق الفطرت اور ماورائی شخصیت کائنات کی محرک ہے۔ لیکن اشتراکی کسی ایسی ہستی کو تسلیم کرنے

کے لئے تیار نہیں کیونکہ ان کی سوچ مادیت پر مبنی ہے [illegible] مفکرین صرف مادہ کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور [illegible] ہستی کے منکر ہیں۔ وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ [illegible] میں کسی دوسری ہستی کا محتاج نہیں اور قائم بالذات [illegible] پذیر ہے، اس لئے کوئی ایسی فوق الفطرت ہستی نہیں [illegible] اُسے خلق کیا ہو اور اس کے دوام کی بھی ذمہ دار ہو [illegible] کے سلسلہ میں ان کا تصور یہ ہے کہ اس میں کوئی [illegible] اور نہ ہی زندگی کے لحاظ سے دوسرے جانداروں [illegible] ہے۔ بلکہ انسانی طبعیاتی اور کیمیائی عمل کی پیداوار ہے [illegible] کے دیگر وجودات سے اس لحاظ سے مختلف [illegible] کی ارتقا پذیر شکل ہے۔ چونکہ اس کے وجود [illegible] کسی فوق الفطرت ہستی پر نہیں، بدیں وجہ معاشرے [illegible] تصورات پر مبنی اخلاقی ضابطے بے معنی ہیں۔

کائنات کے سلسلہ میں اشتراکیوں کا نظریہ [illegible] صرف مادہ کی دنیا ہے۔ کوئی خدا نہیں، قبر سے [illegible] انسان کی کوئی ابدی روح نہیں، کسی روحانی دنیا کا [illegible] جو کچھ بھی موجود ہے، مادہ سے تشکیل پذیر ہے اور [illegible] تاویل کے لئے وہ سائنسی شواہد کی بیساکھیوں کا سہارا [illegible] اس خیال کو سب سے پہلے سترھویں صدی کے فلسفی [illegible] نے پیش کیا۔" اس مادی نظریہ کے مطابق کائنات کے وجود [illegible] خارجی سبب نہیں۔ کائنات کو کسی خالق کی ضرورت نہیں [illegible]

انسان جب اُسے مختلف حالات سے واسطہ پڑا تو اُس نے اپنے
تخیلات و توہمات کی ایک دنیا تخلیق کر لی تاکہ اس کی مناجات کو
سن کر اس کے خود ساختہ دیوتا، کائنات میں رونما ہونے والی
مخالف قوتوں مثلاً خشک سالی، بیماری اور انسانی استحصال میں
اس کی مدد کریں۔ یعنی یہ وہ دور تھا جب مشکلات پر غلبہ پانے
کی اس میں سمجھ بوجھ نہ تھی۔ لیکن جب وہ اپنے بچپن سے نکل کر
انسانی زندگی کی بلوغت کو پہنچ جائے گا تو اسے ان قوتوں اور
مشکلات سے خائف ہونے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ بلکہ
انسانی کاوشوں اور سائنس کی ایجادات سے اس زمین پر ایک
مثالی معاشرہ قائم کر دیا جائے گا۔ اور جب انسان اپنے علم اور
سائنس سے کائنات کو مسخر کرے گا اور اسے اقتصادی نقصانات
کا اور خطرہ لاحق نہ ہوگا، تو اسے فوق الفطرت ہستیوں یعنی خدا
اور مختلف دیوتاؤں کی طرف سے تسلی اور دلجوئی کی کوئی ضرورت
نہیں رہے گی۔ اور نہ ہی حقیقی دنیا کے مسائل سے فرار حاصل کر کے
اسے تخیل و تصورات کی کسی دوسری دنیا میں پناہ لینا پڑے گی۔
جب اس دنیا میں انسانی زندگی کی تکمیل ممکن ہوگی تو مذہب کی
ضرورت خود بخود ختم ہو کر رہ جائے گی۔

اگر انسانیت کا مذہب کے بارے یہ نظریہ درست ہے تو
اس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب نابالغ انسانیت کا بچگانہ تصور
ہے اور جب انسانیت اپنی بلوغت کو پہنچ جائیگی تو اس کا وجود
ختم ہو کر رہ جائے گا۔ اگر مذہب کی ماہیت کے بارے میں یہ تصور

غلط ہے تو اس غلطی سے مذہب کے متعلق اشتراکی فلسفہ کا پورا ڈھانچہ متاثر ہوگا۔ اِس تصور کی غلطی کی نشاندہی کے لئے وجودِ مذہب کے اسباب کو مختلف زاویوں سے دیکھنا ہوگا۔

اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیں انسانی نکتہ نگاہ سے مذہب کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو مذہب میں انسانی فطرت ظہور پذیر ہوتی ہے۔ مذہب ہی انسانی زندگی کی قدیم اور عالمگیر خصوصیات و اشکال کا مجموعہ ہے۔ تاریخی طور پر یہ دوسری تمام صورتوں مثلاً سیاست، علوم و فنون اور منطق و فلسفہ وغیرہ کا ماخذ ہے۔ درحقیقت یہ وہ سانچہ ہے جس سے انسانی فطرت کی دوسری خصوصیات تشکیل پاتی ہیں۔ چنانچہ مذہب کے بارے میں ہمارا سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ "بنی نوع انسان ہمیشہ اور ہر جگہ، انسانی ارتقاء کے کسی بھی مرحلہ پر اور مذہب کی کسی بھی صورت میں اپنی مذہبی رسومات اور [illegible] کے وسیلہ سے درحقیقت کس بات کا اظہار کرتے رہے ہیں"؟

میرے خیال کے مطابق اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ اپنے سماجی وجود و احساس کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اِسی لئے تمام مذاہب اپنے اپنے سماج کے عکاس ہیں۔ مذہب کی تاریخ کے مطابق قدیم مذاہب قبائلی ہیں اور ہر قبیلہ کے مذہب کی رسومات و تہوار اس قبیلہ کے اتحاد و یگانگت کو پیش کرتے ہیں۔ مذہبی تہوار وقت کے لحاظ سے اس کے افراد یعنی مُردوں، زندوں اور مستقبل میں پیدا ہونے والوں کی ہم آہنگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ مذہب کے [illegible]

[illegible] افراد کے اتحاد کا شعور، اُن کے اختلافات، پیدائش اور موت [illegible] غالب ہے۔ قبیلہ میں رہتے ہوئے خونی رشتوں کے لحاظ سے خواہ ان میں قربت نہ ہو، خواہ ان کے باہمی اختلافات کتنے ہی [illegible] کیوں نہ ہوں، لیکن رنجشیں، اختلافات ان کی مذہبی وحدت [illegible] انداز نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ قدیم مذاہب اشتراکیوں کی [illegible] مذاہب کے برعکس، رفاقت و یگانگت کے احساس و [illegible] کرتے ہیں۔ اپنے ارتقاء کے کسی بھی مرحلہ پر تمام [illegible] مذاہب میں یہ احساس مرکزی حیثیت کا حامل تھا۔ مذہبی جماعت [illegible] رفاقت ہے اور اس کے عقائد و رسومات اس کے افراد کے معاشرہ کو پیش کرتے ہیں، خواہ ان کا تعلق ماضی، حال اور مستقبل سے ہو۔

[illegible] تاریخ میں جہاں کہیں ایسے سماج یا جماعت پر نظر ڈالیں [illegible] کے افراد جماعتی اتحاد کے شعور کے اظہار کا تقاضا کرتے [illegible] ایسی وحدت اور اتحاد کو ظاہر کرنے کے لئے مذہب ہی [illegible] واحد ذریعہ رہا ہے۔ جب کوئی جماعت اپنے مذہب [illegible] کرتی ہے تو وہ من حیث الجماعت اپنے وجود کا اظہار [illegible] ہے۔ اور یہ جماعت ان تمام لوگوں کے خلاف ہوگی جو اُن [illegible] وجود کو ختم کرنے کے خواہاں ہوں۔ کسی جماعت کے [illegible] سے یہ اخذ کیا جاتا تھا کہ یہ اُن کی جماعت کے [illegible] کی کوشش ہے۔ اِس لئے ہر قوم جو انسانی جماعت [illegible] سے خود مختاری کا دعوے کرتی تھے، اس کا اپنا مذہب

تھا۔ اُن کے مذہب پر حملہ، بحیثیت انسانی گروہ کے انکے خود [illegible] وجود پر حملہ تھا۔ ہمارے لیئے اب یہ سمجھنا مشکل نہیں رہا کہ کیوں ہر قوم کے لوگ جنگ کے وقت اپنے اپنے دیوتا سے مدد کے لیئے التجا کرتے تھے۔

مذہب کا سماجی زندگی سے قریبی تعلق ہے لیکن مذہب اور استدلال کا آپس میں اس سے بھی کہیں گہرا ربط ہے۔ مذہب اوّلین اور کامل ترین اظہارِ استدلال ہے۔ اِس حقیقت کی یوں وضاحت کریں گے کہ حیوانات میں شعور تو ہے لیکن صرف اس حد تک کہ وہ دنیا میں ہیں۔ لیکن انہیں دنیا کے متعلق کوئی شعور نہیں۔ انسان کو حیوان پر یہی فوقیت حاصل ہے کہ وہ اپنی حسیات سے دنیا کو جانتا ہے اور اسے دور اندیشی سے جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ حیوان کو صرف یہ شعور ہے کہ وہ زندہ ہے جبکہ انسان کو یہ شعور ہے کہ وہ زندہ ہے اور بالآخر اسے مرنا ہے۔ یعنی یہ اس کے انسان ہونے کی علامت ہے کہ اُسے موت کا علم ہے۔ اسے موت کا خوف اس لئے ہے کہ یہ اُسے دنیا سے علیحدہ کر دے گی۔ موت نہ صرف اُسے دنیا سے بلکہ اس کے عزیز و اقارب سے جدا کر دے گی۔ اور جب تک وہ موت کے اس خوف پر غالب نہ آئے، انسانی زندگی مفلوج ہو کر رہ جا[illegible] گی۔ چنانچہ انسان کی سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ موت کے شعور کے باوجود موت کے خوف پر غالب آئے۔ کیونکہ موت کا شعور کھو دینے سے وہ انسانی دنیا کا نہیں، بلکہ حیوانی دنیا

[illegible] ہو کر رہ جائے گا۔

[illegible] انسانی شعور اور احساسِ محرومی کا جواب ہے۔ مذہب [illegible] پر غلبہ پانے کی قوت دیتا ہے۔ انسان ابدی زندگی [illegible] کا آرزومند ہے... ایک ایسی زندگی کے لئے جو ہمیشہ [illegible] موت کے خوف کو مغلوب کر دے۔ لیکن نہ تو موت [illegible] شعور کھو دینے اور نہ ہی انسانی جرأت سے اس [illegible] پانا ممکن ہے، بلکہ ایمان کی قوت سے اسے فتح سے [illegible] حاصل ہوتا ہے۔

[illegible] کے اثرات کے پسِ پشت کسی شئے کا وجود انسان [illegible] پریشان کن ہے۔ چنانچہ اس کا واحد حل یہی ہے کہ اُسے [illegible] علیحدہ کر دیا جائے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ یوں خطرہ [illegible] خلاف تحفظِ ذات کی جبلت کارفرما ہے۔ چنانچہ [illegible] کے خلاف اُسے حفاظتی رویہ اپنانا ہوگا۔ انسان [illegible] طاری رہتا ہے کہ موت اُسے کائنات سے جدا کر دیگی، [illegible] اس کیلئے خوف کا ماخذ ہے۔ اسے یہ بھی احساس [illegible] اُسے دوسرے انسانوں سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جُدا کر دیگی۔ [illegible] اس خوف سے نجات دلانے کا کیا طریقہ ہوگا کہ موت [illegible] باوجود اسے یہ شعور بھی ہو کہ پھر سے کائنات اور [illegible] اقارب سے اس کا ملاپ ہوگا؟ سائنس اِس سوال [illegible] سے قاصر ہے۔ اور یہ کام صرف مذہب کا ہے [illegible] ایمان کی آنکھوں سے یہ شعور عطا کرتا ہے کہ موت

سکتے کہ ان کے شہری کسی اور ہستی کو ان کی نسبت افضل مقام دیں
ایک اچھا اشتراکی ہونے کے لئے خدا کے وجود کا انکار لازمی ہے
چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے اشتراکی مفکرین مذہب کے
وجود کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔

اشتراکیوں کا نظریہ یہ ہے کہ مذہبی عقائد و ایمان، انسان کی
کائنات و انسان کے متعلق نامکمل اور ناکافی علم کا نتیجہ ہے
جوں جوں سائنس ترقی کرتی جاتی ہے اور جہالت کا خاتمہ ہوتا
ہے، مذہبی توہمات بھی ختم ہو جائیں گے۔ اینگلز نے کہا کہ "ایک
آزاد معاشرہ میں کوئی مذہبی عبادت نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کا باشندہ
بچگانہ توہمات سے بہت آگے نکل چکا ہوگا اور وہ قدرت کے
پس پردہ وجودات یعنی اُن شخصیات سے جن کو مناجات وغیرہ
سے متاثر کیا جا سکتا ہے، نجات حاصل کرے گا۔"

اشتراکیوں کا خیال ہے کہ مذہب معاشرہ کے طبقاتی نظام
کی پیداوار ہے۔ چونکہ معاشرہ میں مختلف طبقات موجود ہیں اور
طاقتور طبقہ، کمزور طبقہ کا استحصال کرتا ہے، اس لئے انسان کو
مذہب کی ضرورت ہے۔ مذہب کا مقصد یہ بھی ہے کہ پسے ہوئے
طبقہ کو تقدیر پر شاکر رکھا جائے تاکہ وہ کائنات میں عدل و انصاف
کی بجائے سکون و اطمینان کے لئے دوسری دنیا پر نگاہیں جمائے
رکھے۔ لیکن جب اشتراکی نظام کے تحت ایک غیر طبقاتی معاشرہ
قائم کر دیا جائے گا، اور کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا استحصال
نہ کر سکے گا، تو مذہب کی ضرورت بالکل باقی نہ رہے گی۔

[...] پیش کرتے ہیں کہ علوم و فنون کی ترقی سے انسان
[...] دنیا کو خیرباد کہہ دے گا اور مذہب خود بخود ختم ہو جائیگا۔
[...] مذہب کے وجود کو ختم کرنے کے لئے اشتراکی مفکرین گاہے
[...] عزائم کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اینگلز نے کہا "اشتراکی
[...] مذہبی سحر کے تمام تار و پود اور اس کے ساتھ ساتھ مذہبی
[...] کے تمام ضروری عناصر کو جڑ سے اکھاڑ دینا ہوگا۔"
[...] مخالف خدا" تحریک کا رہنما ہے، اپنی کتاب بعنوان
[...] مذہب" میں یوں رقمطراز ہے کہ "مذہب انسان کی
[...] کے اوپر پٹی ہے۔ اس پٹی کو زور سے پھاڑ ڈالنا
[...] ضروری ہے۔" ۱۹۵۵ء میں ماسکو میں فرانسیسی عمائدین
[...] نے کہا تھا "اشتراکیت نے مذہب کی مخالفت
[...] تبدیل نہیں کیا۔ ہم ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ
[...] مذہب کی ساحرانہ قوتوں کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔" لینن نے
[...] یونین کی کمیونسٹ پارٹی اس حقیقت کی نشاندہی
[...] نظام کے لئے سماجی، اقتصادی منصوبہ بندی سے
[...] ختم ہو کر رہ جائے گا۔ پارٹی ہر ممکن کوشش کرے گی
[...] لوگوں سے مذہبی تعصب کو دور کیا جائے اور اس
[...] سائنسی، تعلیمی اور مخالف مذہب نشر و اشاعت
[...] کی جائے۔ لیکن اس سلسلہ میں احتیاط سے کام
[...] مذہبی لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے سے
[...] مذہبی جوش کو اور ہوا دیں گے۔" کمیونسٹ انٹرنیشنل

نے اپنے پروگرام میں مذہب کے خلاف ان عزائم کا اظہار کیا ہے کہ
"ثقافتی انقلاب کے ساتھ ساتھ انسان کی مذہب کی "افیون" کے
خلاف جدوجہد جاری رکھنا بھی ضروری ہے اور یہ جدوجہد مسلسل
جاری رہنی چاہیئے۔ پرولتاری حکومت کو مذہبی تنظیموں اور مذہب
کی ہر طرح کی مدد سے دستکش ہو جانا چاہیئے کیونکہ مذہب طبقاتی نظام
میں استحصالی طبقہ کے ہاتھ میں آلۂ کار ہے۔ انقلاب کے خلاف
مذہبی سرگرمیوں کو بند کرنا چاہیئے اور مخالفِ مذہب تشہیر کو جاری
رکھا جائے اور تعلیمی نظام اشتراکی فلسفہ کی بنیادوں پر استوار کیا
جائے" مخالفِ مذہب پروپیگنڈا کے مسائل اور طریقِ کار پر
ایک مقالہ میں یوں مرقوم ہے کہ "پرولتاریوں میں خدا کے وجود
کے انکار کا رجحان بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ کیونکہ سماجی
نظام کی تشکیل میں وہ بذاتِ خود بہت نمایاں کردار ادا کرتے
ہیں۔ جب انسان کو یہ احساس دلایا جائے کہ وہ اپنی قوتِ بازو
سے کائنات پر حاوی ہو جائے گا تو بے شمار لوگ اشتراکیت
کو لبیک کہیں گے، یعنی اس وقت جب مخالفِ مذہب پروپیگنڈا
سے خدا پر اُن کے ایمان کو غارت کر دیا جائے گا۔ مذہب
انحراف اِس بات کا بین ثبوت ہے کہ ہمارے ملک نے مادی
لحاظ سے بہت زیادہ ترقی کی ہے" پال ملی کوف نے ۲۴ اپریل
سنہ ۱۹۲۹ء کو "روس میں مذہب اور کلیسیا" کے عنوان سے ایک
مضمون لکھا جس میں وہ یوں رقمطراز ہے کہ "ملک کی اشتراکی
نو کی راہ میں مذہبی عقائد سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ مذہب

[illegible] دونوں متضاد نظریات کے حامل ہیں۔ اگر کوئی خود
[illegible] سے انکار کر دے اور دوسروں کو اپنے مذہبی اعتقادات
[illegible] اشاعت آزادی سے کرنے دے، تو یہ مارکس اور لینن
[illegible] نظام کے ہم آہنگ نہیں۔ یہ کہنا کہ مذہب ایک ذاتی
[illegible] مسئلہ ہے، بالکل اصلاحی نظریہ ہے۔ چنانچہ پارٹی
[illegible] نوجوانوں کی انجمنوں، کارکن مردوں، عورتوں
[illegible] عوام میں ایسے مفعولی رویّہ کی کوئی گنجائش ہے"
[illegible] شائع ہوا جس میں مذہب کے خلاف اس
[illegible] کہ پارٹی کے پروگرام کا یہ تقاضا ہے کہ ہر ایک
[illegible] ہر طرح کے مذہبی عقیدہ کو خیرباد کہے، بلکہ خلافِ
[illegible] نمایاں کردار ادا کرے" خرد شیچیف کا نعرہ تھا
[illegible] خیالی، سائنسی علوم کے فروغ اور تحقیقِ کائنات
[illegible] کی گنجائش نہیں"
[illegible] کی مخالفت کے سلسلہ میں اشتراکیت کے چھ بنیادی

[illegible] سے قبل، اشتراکیت کے عظیم دشمن زاران روس
[illegible] روسی آرتھوڈاکس کلیسیا کی حمایت حاصل تھی۔
[illegible] روس کا اس کلیسیا سے گہرا تعلق تھا، اِس لئے
[illegible] ایک کی شکست دوسرے کی شکست تھی۔
[illegible] کی بنیاد اِس تصور پر ہے کہ اُن کی کامیابی کا راز
[illegible] میں پوشیدہ ہے۔ جو کچھ کمیونسٹ پارٹی کی

کامیابی میں معاون ہے، درست ہے اور جو کچھ کمیونسٹ
پارٹی کے مخالف ہے، غلط ہے چنانچہ الٰہی مکاشفہ جس
میں خدا کے لاتبدیل احکام شامل ہیں، کی کوئی گنجائش نہیں۔
۳۔ اشتراکیوں کا خیال ہے کہ مذہب انسان کے ذہن کو موت
کے بعد زندگی کے لئے تیار کرتا ہے، اس لئے اس کی اس
کی اس زمینی زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں رہتی۔ اُن کی قیاس
آرائی یہ ہے کہ مذہبی آدمی کا اس سرزمین پر بہتر معاشرہ کی
تشکیل سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اس کی تو ساری دلچسپیاں
آسمان پر ہیں۔
۴۔ اشتراکی یہ دعوے کرتے ہیں کہ وہ سماج کی ترقی کی بنیاد
سائنسی اصولوں پر استوار کرتے ہیں۔ چونکہ سائنس اور مذہب
دونوں میں کوئی ہم آہنگی نہیں، اس لئے وہ مذہب کے مخالف
ہیں۔
۵۔ اشتراکیوں کا عقیدہ ہے کہ ریاست میں کمیونسٹ پارٹی
اقتدارِ اعلےٰ کی مالک ہے۔ اہلِ مذہب خدا کے احکام اور
اس کی ہستی کو اعلےٰ تصور کرتے ہیں، اس لئے دونوں میں
کوئی مطابقت نہیں ہے۔
۶۔ اشتراکی، سرمایہ داروں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں کہ وہ
مزدوروں کو جہالت میں رکھنے کے لئے مذہب کو استعمال
کرتے ہیں۔ چونکہ اشتراکی مذہب کو سرمایہ داروں کے ہاتھ
میں ایک آلۂ کار متصور کرتے ہیں، اس لئے وہ اسے [illegible]

[illegible] اکھاڑ دینے کے درپے ہیں۔
[illegible] بالا مختلف اشتراکی سیاستدانوں اور مصنفین کے
[illegible] کے سلسلہ میں خیالات و نظریات سے معلوم ہوتا ہے کہ
[illegible] مذہب اور روحانی ہستیوں کی مادی تشریح کے تحت
[illegible] وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں بلکہ اشتراکی سرزمین
[illegible] مختلف مذاہب کا وجود اُن پر گراں ہے۔ کسی حد تک انہوں
[illegible] اکی ممالک میں موجود مختلف مذاہب سے سمجھوتہ کرلیا
[illegible] ان کا خیال ہے کہ لوگوں کے مذہبی جنون کو ہوا دینے
[illegible] کی جڑیں اُن کے دلوں میں مزید گہری اور مضبوط
[illegible] چنانچہ جب تک اشتراکی ریاست میں مذہب کا
[illegible] . . . . اسے آلۂ کار کی حیثیت سے استعمال
[illegible] اس سوچ کے تحت مذہبی لوگوں کو حکومت کے
[illegible] میں شرکت کے لئے مواقع مہیا کئے جاتے ہیں۔
[illegible] ریاست کے خلاف کسی قسم کا اظہارِ خیال نہیں کرسکتے۔
[illegible] ممکن ہو ان سے اشتراکی نظریہ کی تبلیغ و اشاعت
[illegible] کی جاتی ہے۔ تاہم حالات کے اس سمجھوتہ کے
[illegible] اشتراکی حکومت نے مذہب کے خاتمہ کے لئے مندرجہ
[illegible] اقدامات کئے ہیں۔

مذہب کے خلاف عملی اقدامات

۱۔ [illegible] اور اداروں کا قومی تحویل میں لینا۔

اشتراکی حکومت اس حقیقت سے بخوبی واقف تھی کہ
کلیسیائی جائیدادیں، کلیسیائی نظام کو چلانے میں معاشی طور
پر ممد و معاون ہیں۔ چنانچہ حکومت نے کلیسیا کی تمام املاک
کو سرکاری تحویل میں لے لیا۔ اس عمل کا مقصد یہ تھا کہ اقتصا[illegible]
حیثیت کے لحاظ سے کلیسیا کو بے دست و پا کر دیا جائے۔

۲۔ دوسرے ممالک کی مذہبی اداروں سے قطع تعلق

اشتراکی حکومت نے سوویت یونین میں سب سے پہلے کلیسیا
اور دیگر مذہبی جماعتوں کی جائیدادوں کو ہتھیا لیا۔ پھر بیرونی
امداد کے دروازے بھی ان پر بند کر دیئے۔ اشتراکی ممالک میں
مشنری کام کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے مقامی کلیسیاؤں
کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ضرورت ہے۔ تاکہ دوسرے ممالک
کے مالی تعاون کی بجائے اپنی مدد آپ کے تحت اپنا کام چلا سکیں
بعض اوقات اشتراکی ممالک کی کلیسیاؤں کی غیر اشتراکی ممالک
سے خط و کتابت اور غیر رسمی تعلقات بھی خطرناک ثابت ہو
سکتے ہیں۔

۳۔ تعلیم قومی تحویل میں۔

اشتراکیوں کے لئے یہ نہایت ہی اہم قدم ہے کیونکہ وہ مذہبی
تعلیم کے نعم البدل کے طور پر تعلیمی پروگرام کو پیش کرتے ہیں
اشتراکی حکومت نہ صرف کلیسیا سے منسلک سکولوں کو بند کرتی
ہے بلکہ کلیسیا کے نوجوانوں کو مذہبی پروگراموں سے دور رکھنے
کی کوشش کرتی ہے۔ سنڈے سکول کے اوقات کے دوران

[illegible] انتظام کیا جاتا ہے۔ مسیحی نوجوانوں کی تنظیموں کے
[illegible] اشتراکی نوجوانوں کی تنظیموں کو تشکیل دیا جاتا ہے۔
[illegible] سکولوں اور کالجوں میں کسی مذہب سے تعلق رکھنے والے
[illegible] اشتراکی تنظیم میں شرکت کے لئے رضامندی کا اظہار
[illegible] ان کے لئے ترقی کے مواقع مہیا کئے جاتے ہیں۔
[illegible] الٰہیات کی درسگاہیں ہیں جہاں نوجوانوں کو مذہبی تعلیم
[illegible] جاتی ہے۔ لیکن وہاں بھی علم الٰہیات کے نصاب کی کتابوں
[illegible] جاتا ہے۔ ان اداروں میں اشتراکیت کی تدریس
[illegible] لازمی قرار دی گئی ہے۔ گو کسی خاص مصلحت کے تحت اشتراکیت
[illegible] وجود کو برداشت تو کر رہی ہے لیکن تعلیم و تربیت
[illegible] اس کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہی ہے۔

[illegible] عامہ کے کاموں کا قومی تحویل میں لینا۔

[illegible] خدمت، سماجی بہبود کے کام، کھیل کے میدان، دیہات
[illegible] پروگرام، امداد باہمی کی انجمنیں، لائبریریاں، مذہبی
[illegible] تحویل میں لے کر حکومت کے ماتحت چلائے جاتے
[illegible] خدمت کلیسیائی بشارت کا ایک حصہ ہے، لیکن
[illegible] بھی اس کی اجازت نہیں دیں گے۔
[illegible] نتیجہ ہوتا ہے کہ کلیسیا کی خدمت صرف گرجا گھر کی
[illegible] عبادت مخصوص دعاؤں، گیتوں، تصاویر،
[illegible] اور زرنگار رنگ کے قیمتی لباسوں تک محدود
[illegible] ہے۔ درحقیقت اشتراکیوں کا یہ مقصد ہے کہ

کلیسا کا عوام سے کم سے کم رابطہ ہو۔ ان کا دعوے ہے کہ اگر [illegible]
کے عملی زندگی سے تعلقات منقطع ہوجائیں تو مذہب بہت جلد
اشتراکی سرزمین سے معدوم ہوجائے گا۔

۵۔ مخالفِ مذہب پروپیگنڈا۔

سوویت یونین کے آئین کی دفعہ ۱۲۴ کے مطابق ہر [illegible]
شہری کو عبادت کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن اس کے [illegible]
ساتھ مخالفِ مذہب پروپیگنڈا کی بھی اجازت ہے [illegible]
مختلف ادوار میں مذہب کے خلاف پروپیگنڈے کے [illegible]
مختلف تنظیمیں بنائی گئیں۔ حکومت نے ایسی ہی ایک
۱۹۵۷ء میں اوڈیسہ کے مقام پر بنام "ایوان [illegible]
کی۔ یہ وہ پہلا ادارہ تھا جس میں کلی طور پر لادینی [illegible]
تعلیم و تربیت دی جاتی تھی۔ اس کے بعد ایسی [illegible]
کالج اور سکول قائم کئے گئے جن میں نوجوانوں کو [illegible]
کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مزید برآں نوجوان تنظیموں کی [illegible]
کی جاتی ہے کہ ہر ممکن مخالف مذہب تقاریب کا اہتمام [illegible]
مخالفِ مذہب پروپیگنڈا کا ایک رخ یہ بھی [illegible]
اشاعت کو سختی سے دبایا جاتا ہے۔ مثلاً روسی [illegible]
ایک جریدہ کی اشاعت کی اجازت ہے اور اس کا [illegible]
حصہ سرکاری خبروں اور اطلاعات پر مبنی ہوتا ہے [illegible]
اشاعت و تقسیم کی سخت ممانعت ہے۔ ۱۹۳۲ء [illegible]
انجیلی مسیحی انجمن نے بائبل کا ایک ایڈیشن شائع کیا [illegible]

[illegible] سوسائٹی کے خرچ پر تیار کی گئی پلیٹوں سے شائع کیا گیا
[illegible] طریقہ سے ۱۹۲۷ء میں عہدِ جدید اور مزامیر شائع کئے
[illegible] ۱۹۶۱ء میں نوجوانوں کا ایک گروہ اس جرم میں گرفتار
کیا گیا کہ وہ چھپ کر دعائے عام کی کتابیں چھاپ رہے
تھے اور قریبی دیہاتوں اور قصبوں میں خواہشمند حضرات
[illegible] فروخت کر رہے تھے۔ اس غیر قانونی اشاعتی جماعت
کا نام "بیلیویاہ اشاعتی ادارہ" رکھا تھا۔

مخالفِ مذہب پروپیگنڈا کے سلسلہ میں ۱۱ مارچ ۱۹۵۹ء
[illegible] کے نشریہ کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ "خدا پر ایمان
[illegible] فریب ہے۔ اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ
[illegible] کیونکہ کوئی شخص بھی یہ نہیں بتا سکتا کہ خدا کیا ہے
[illegible] بھی خدا کے بارے میں تعلیم دیتا ہے، اسے
[illegible] معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ سرمایہ داری نظام کے
[illegible] میں برائی، بدی، جہالت، کائنات کے حکمران خدا
[illegible] ایک ناقابل تردید ثبوت ہے۔ مذہب تو صرف ایک
[illegible] انسان کا سہارا ہے، طاقتور انسان کو قطعاً اس کی کوئی
[illegible] نہیں ہے۔"

[illegible] تو یہ ہے کہ اشتراکی نظام کا پورا ڈھانچہ مذہب کے
[illegible] سرگرم عمل ہے۔ زندگی کے کسی بھی شعبہ کو دیکھ لیجئے
[illegible] مذہب کی نفی کے لئے کوشاں ہیں۔
[illegible] میں جاسوسی۔

اشتراکیت نواز تمام ممالک کی یہ عام پالیسی ہے کہ بیرونی
جاسوسوں کے علاوہ خود کلیسیا کے ارکان کو بھی جاسوسی کے
لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ شمالی کوریا کے پاسبانوں کی رپورٹ
کے مطابق بعض اوقات ان کے گرجا گھروں میں کلیسیا کے ارکان
کی تعداد کی نسبت نووارد اشخاص کی تعداد زیادہ ہو جاتی [illegible]
اور ان میں سے بیشتر ایسے لوگ ہوتے ہیں جو دوسروں کے
نظریات اور حکمتِ عملی کی مجری کرتے ہیں۔ ڈیوڈ [illegible] نے
سوویت یونین کا دورہ کیا۔ اس نے جاسوسی کے سلسلہ میں [illegible]
تجربہ کا بیان کیا ہے کہ وہ یہودی عبادت خانہ میں گیا جہاں
ایک یہودی خاتون نے ایک دوسرے شخص سے کہا کہ [illegible]
بالکل بات کرنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ وہ بھی ان [illegible]
کا ساتھی ہے۔"

جاسوسی کے اس عمل کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ مذہبی جماعتوں کے
افراد میں باہمی اعتماد اٹھ جاتا ہے اور اعتماد و بھروسہ کی جگہ
خوف اور بے یقینی جگہ لے لیتی ہے۔

۷۔ مذہبی راہنماؤں کی ایذا رسانی۔

اشتراکی حکومت ان مذہبی قائدین کو جو اشتراکیت کے ساتھ
سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ مختلف الزامات کے
تحت گرفتار کر لیتی ہے۔ لیکن یہ الزامات مذہبی نوعیت کے
نہیں ہوتے بلکہ ان پر جاسوسی، چور بازاری اور کلیسیائی [illegible]
کے ناجائز استعمال جیسے الزامات لگائے جاتے ہیں۔ یوں [illegible]

[illegible] شکار کرتے ہیں۔ اولاً۔ وہ مذہبی راہنماؤں کو
[illegible] ذلیل کرتے ہیں۔ ثانیاً:۔ اِن الزامات کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ
[illegible] دنیا کو فریب دیا جائے کہ گرفتاری کا اصل مقصد مذہبی
[illegible] نہیں بلکہ وجوہات کچھ اور ہیں۔ گرفتاریاں عموماً رات کے
[illegible] میں لائی جاتی ہیں اور ان قائدین کو کئی ماہ تک حراست
[illegible] رکھا جاتا ہے حتیٰ کہ ان کے بارے میں کسی کو کوئی خبر نہیں ہوتی
[illegible] ہوتی ہے جس میں انہیں الزامات کے تحت
[illegible] کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد سزا
[illegible]

[illegible] اوقات بعض ایک مقتدر کلیسیائی راہنماؤں کے
[illegible] بھی ہوتی ہے۔ لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ
[illegible] قابلِ تقلید کردار کے حامل تھے، انہوں نے ایسے
[illegible] اعتراف کر لیا جس کے وہ کبھی بھی مرتکب نہ ہوئے
[illegible] سبب یہ ہے کہ گرفتاری کے بعد کئی ماہ تک انہیں
[illegible] رکھا جاتا ہے، اس کے دوران اُن کا کلی طور پر بیرونی
[illegible] منقطع کر دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ انہیں، تاریخ، مہینے
[illegible] کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ انہیں اپنے کسی دوست
[illegible] کوئی خبر نہیں ہوتی۔ انہیں مطالعہ کے لئے کسی
[illegible] نہیں کیا جاتا اور نہ ہی کسی اور چیز کے رکھنے کی
[illegible] جس کی طرف اُن کی توجہ مبذول ہو سکے۔ تقریباً
[illegible] وقت ان سے سوالات پوچھے جاتے ہیں اور

[illegible] حمایت کا اعلان کیا ہے۔ لیکن اس کے معاوضہ میں یہ سودے [illegible] ہوئی ہے کہ وہ اندرون اور بیرون ملک اشتراکی حکومت کی [illegible] کرے۔ علاوہ ازیں کمیونسٹ پارٹی راسخ الاعتقاد کلیسیا [illegible] اس سلسلہ میں بھی مدد کرتی ہے کہ مذہب کے شیدائی بوڑھے لوگ [illegible] ہو جائیں گے اور نئی نسل، اشتراکی فلسفہ کی مادی [illegible] طور پر حمایت کرے گی۔

[illegible] خاندان میں بچوں کی مذہبی تربیت میں رکاوٹیں ڈالنا۔ [illegible] میں بچوں کو تعلیم دینے کے لئے والدین کو کس طرح کی ایذائیں [illegible] دی جاتیں۔ لیکن اشتراکی حکومت کی ہر ممکن یہی کوشش [illegible] کہ بچوں کو والدین کی تربیت اور مذہبی اثرات سے [illegible] رکھا جائے۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں حکومت کے ایک آرگن [illegible] میں اس عنوان کے تحت مضمون شائع ہوا "خاندان [illegible] بچوں کو مذہبی اثرات سے محفوظ رکھئے۔ مضمون نگار سوویت [illegible] کے آئین کی دفعہ ۱۲۴ کا حوالہ دیتا ہے جس میں شہریوں کو [illegible] آزادی،، کی ضمانت دی گئی ہے۔ مصنف نے اسکی یوں [illegible] کی ہے کہ "سب شہریوں کو آزادی ہے کہ وہ کسی بھی مذہبی [illegible] کو اپنائیں، لیکن مخالف مذہب پروپیگنڈا جاری رکھنے [illegible] آزادی بھی ہے۔ اس سے وہ یہ دلیل اخذ کرتا ہے کہ ہمارے [illegible] میں ضمیر کی آزادی سے یہ مراد ہے کہ مذہبی لوگوں کو جہاں [illegible] کی آزادی ہے، ملحدوں کو بھی سائنس اور طبیعیاتی علوم [illegible] پروپیگنڈا کی اجازت ہے۔ پھر مصنف نتیجۃً کہتا ہے

کہ والدین کا بچوں کو مذہبی تعلیم دینا، مخالفِ مذہب تعلیم [illegible] ڈالنے کے مترادف ہے۔ اور یہ آزادی ضمیر کے قانون [illegible] مخالفت ہے۔" چنانچہ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا [illegible] میں بچوں کو غیر اشتراکی اور مذہبی تعلیم دینے پر والدین [illegible] کے لئے مجبور کیا جا سکتا ہے۔"

اشتراکی حکومت کے قول و فعل اور دستور عمل میں [illegible] پایا جاتا ہے۔ مثلاً ۱۹۳۶ء کے آئین کی دفعہ ۱۲۴ [illegible] شہریوں کو آزادیٔ ضمیر کی یقین دہانی کے مفاد کے [illegible] یونین کی حکومت نے کلیسیا کو ریاست اور سکولوں کو [illegible] علیحدہ کر دیا ہے۔ مذہبی رسومات و عبادات اور [illegible] پروپیگنڈا کی سب شہریوں کو آزادی ہے۔" چنانچہ اس [illegible] مطابق اصولی طور پر کلیسیا، ریاست کی عملداری میں [illegible] کرے اور نہ ہی ریاست کلیسیائی امور میں دخل انداز [illegible] عملی طور پر یہ صورتِ حال بالکل مختلف ہے کیونکہ [illegible] کے معاملات اور پالیسی سازی میں دخل انداز نہیں ہو [illegible] اُسے تو صرف آلۂ کار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے [illegible] ریاست کو کلیسیائی امور میں دخل اندازی کا پورا [illegible] ہے۔ گذشتہ سطور میں مذہب کے بارے میں [illegible] کے نظریات، عزائم اور عمل، ریاست کی اس پالیسی کی وضاحت کرتے ہیں۔

اشتراکیت بذاتہ ایک مذہب ہے۔

اشتراکیت ہر ایک مذہبی عقیدہ کے خلاف ہے، یہ کسی
بھی فوق الفطرت ہستی اور اس کی تعلیم کو برداشت نہیں کرسکتی،
اور اشتراکی سرزمین سے مذاہب کے وجود کو ختم کرنے کی سازشیں
[illegible] اور کاوشیں پیہم جاری ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ کوئی بھی
روحانی شخصیت اور کوئی بھی روحانی حقیقت اس کی آنکھوں
[illegible] ہی نہیں۔ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ اشتراکیت بذاتہ
ایک مذہب ہے۔ یہ اس دنیا کا مذہب ہے۔ ان معنوں میں
یہ نہ صرف ایک فلسفہ ہے بلکہ خوشخبری بھی ہے۔ نہ صرف ایک نظریہ
ہے بلکہ دنیا کو تبدیل کرنے کی جدوجہد بھی ہے اور یہ جدوجہد
انسان کی ناانصافیوں کے خلاف ہے۔

اس دعوے کی بنیاد محض دلائل کے خس و خاشاک پر نہیں
بلکہ حقائق کے مضبوط ستونوں پر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔
[illegible] اور روس کے مختلف مناظر اس حقیقت کو پیش کرتے
ہیں کہ اشتراکیت اور اس کے علمبرداروں کی وہی قدر و منزلت
ہوتی ہے جیسا کہ دیگر مذاہب میں مذہبی عقائد اور انکے راہنماؤں
کی تعظیم تکریم ہوتی ہے۔ مثلاً تشکین عجائب گھر میں جو کبھی
عبادت خانہ ہوتا تھا، آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ جس قربان
گاہ پر کسی وقت کسی مذہبی شخصیت کا مجسمہ رکھا ہوا تھا، اب
وہاں پر لینن کا مجسمہ رکھا ہوا ہے۔ لینن کے مقبرہ کی زیارت

کے لئے ہر روز فیکٹریوں، کلبوں اور سکولوں سے ایسے گروپ
تشکیل دیئے جاتے ہیں، جو آکر اس مقبرہ کی زیارت کریں [illegible]
کے علاوہ سٹیڈیم، بازار، ہسپتال، پہاڑیاں اور بہت سی
دیگر عمارات اور بہت سے رفاہِ عامہ کے مقامات لینن کے
نام سے موسوم کیئے گئے ہیں۔ دنیا میں اشتراکیت کے صدر مقام
ماسکو میں اکثر ایسے مناظر دیکھنے میں آئیں گے۔ مثلاً گیتوں کے
ریکارڈوں کی ایک دکان میں ایسے عنوانات کے تحت ریکارڈ
کی اشتہار بازی دیکھیں گے۔ مثلاً "اگر لینن میرے ساتھ ہوتا
ہے"، "میں لینن کی رفاقت میں مسرور رہوں"، اور "لینن میرے دل
میں رہتا ہے"، اور بعض ایک گیتوں کی دھنیں مسیحی گیتوں کی
دھنیں معلوم ہوتی ہیں۔

اگر مذہب، حمد و تعریف۔ عزت و تکریم اور انسان کے لئے
ترغیبِ عمل کا مرکب ہے تو مندرجہ بالا شواہد کی روشنی میں
اشتراکیت بھی ایک مذہب ہے۔ اگر ہم ایک لمحہ کے لئے
اشتراکیوں کے "خدا پر ایمان کو نظر انداز کردیں تو ایسے میں
مذہب کے تمام اجزائے ترکیبی نظر آئیں گے۔ مثلاً مادہ ان کا
خدا ہے جس کی ازلیت و ابدیت کے سامنے وہ سرِ تسلیم خم کرتے
ہیں۔ مارکس، اینگلز اور لینن ان کے انبیاء ہیں، ان [illegible]
کی تحریرات ان کی الہامی کتابیں ہیں جن کے ہر ایک لفظ کو
ماننے اور ان کی خاطر مرمٹنے کے لئے تیار ہیں۔ اشتراکی [illegible]
اور اس کے کارکن برگزیدہ لوگ ہیں۔ نجی جائیداد کی ملکیت [illegible]

[illegible] انقلاب کے ذریعہ نجی جائیداد کا خاتمہ عدالت ہے۔
[illegible] کو فروغ دینا کارِ ثواب ہے۔ انسان کی کوششوں
[illegible] طبقاتی معاشرہ کا قیام، اشتراکی جنت الفردوس ہے۔
[illegible] اشتراکیت یہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ اشتراکی دیگر
[illegible] اور خدا کو ترک کرکے صرف اسی کے نظریات پر
[illegible]

[illegible] اشتراکیت کی گہرائیوں کو معلوم کرسکتے ہیں
[illegible] مذہب ہے۔ اس کی تنگ نظری، تعصب، تشدد اور
[illegible] سب مذہب کے عناصر کو پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ
[illegible] میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں، جو اشتراکیت
[illegible] کا اس قدر گہرا احساس رکھتا ہو"۔
[illegible] الفاظ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اشتراکیت کیوں
[illegible] وجود کا انکار کرتی ہے اور کیوں وہ ہر ایک مذہب
[illegible] ہے۔ وہ بذاتِ خود ایک مذہب ہے۔ نکولس بارزلے
[illegible] کی تائید میں اپنے تاثرات کا یوں اظہار کرتا ہے
[illegible] کا تمام مذاہب سے عناد کرنی حادثاتی امر نہیں
[illegible] کے نکتہ نظر کا خاص جوہر ہے۔ اشتراکی ریاست
[illegible] میں آمرانہ نظریہ کی حامل ہے۔ اور ریاست
[illegible] کو مخالف مذہب پروپیگنڈا کے لئے مجبور کرتی
[illegible] مذہب کے ہر پہلو کی دشمن ہے۔ لیکن یہ محض
[illegible] کے خلاف ہی دشمنی نہیں۔ کیونکہ اشتراکیت بذاتہ

ایک مذہب ہے۔ یہ دوسرے مذاہب کا مقام لینے کے بجائے
خود مذہب کے اوصاف اپنانے کا دعوے کرتی ہے۔ اشتراکیت
انسان کے ہر ایک سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتی ہے۔
اشتراکیت انسانی زندگی کی صرف جزوی تعبیر ہی نہیں کرتی
بلکہ کلی طور پر حیاتِ انسانی کے ہر پہلو پر محیط ہے۔ چنانچہ ان
وجوہات کی بنا پر اس کا دوسرے مذہبی عقائد سے تصادم
ناگزیر ہے۔ جوش اور اپنے عقیدہ کے خلاف ناقابلِ برداشت
رویّہ، مذہب کی خاصیت ہے۔ اگر اشتراکیت محض ایک سائنٹیفک
خالصتاً فکری نظریہ ہے تو اس کے اِس قدر تعصّب اور ناقابل
برداشت رویّہ کا کوئی جواز نہیں۔ لیکن اِس کے اس رویّہ کا
واحد سبب یہ ہے کہ یہ بذاتِ خود ایک مذہب ہے۔

چوتھا باب

مسیحیت و اشتراکیت کا نظریاتی موازنہ

[illegible] مسلّم امر ہے کہ کسی جماعت وسماج کے نظریات ان
[illegible] کی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ انسانی ذہن پر نظریاتی
[illegible] ان کے افعال و کردار سے مترشح ہونا ایک قدرتی
[illegible] زیرِ تصنیف مقالہ میں مسیحیت و اشتراکیت دو
[illegible] فکر ہیں۔ اور ان دونوں کا اپنے فکر و عمل
[illegible] بہت زیادہ اختلاف ہے۔ کیونکہ اشتراکیت
[illegible] مادی کائنات اور انسان کے اقتصادی مفادات
[illegible] ہے۔ جبکہ مسیحیت نہ صرف اِس کائنات میں انسانی
[illegible] وجود کو تسلیم کرتی ہے، بلکہ اس کائنات سے پرے
[illegible] ارفع زندگی سے ہمکنار ہونے کی دعوت اور
[illegible] ہے۔ اشتراکیت کا تعلق صرف انسان کے جسم
[illegible] مسیحیت انسان کے جسم و روح دونوں کے لئے
[illegible] اشتراکیت انسان کی مادی ضروریات کا حل تلاش

کرتی ہے جبکہ مسیحیت نہ صرف انسان کی مادی اور روحانی
ضروریات کو پورا کرنے کے لئے زمینی اور آسمانی وسائل سے
متعارف کراتی ہے۔ اشتراکیت انقلاب و خون کے ذریعہ
عالمی امن کا ڈھنڈورا رچاتی ہے، جبکہ مسیحیت، محبت، معافی
اور تحمل و برداشت سے اس مقصد کے حصول کی تلقین کرتی
ہے۔ غرضیکہ مسیحیت و اشتراکیت کے نظریات میں کسی قسم کی
باہمی مفاہمت کا امکان نہیں۔

گذشتہ ابواب میں ہم نے اشتراکیت کے مختلف نظریات
کو پیش کیا ہے۔ اس باب میں ہم مسیحی عقائد و تعلیم کی روشنی میں
اُن نظریات کا جائزہ لیں گے۔

۱۔ نظریۂ تاریخ

۱۔ اشتراکی نظریۂ تاریخ۔

پہلے باب میں تاریخ کی مادی تعبیر کے سلسلہ میں بیان کیا جا
چکا ہے کہ اشتراکی نظریہ یہ ہے کہ انسانی تاریخ محض اقتصادی
کشمکش کی تاریخ ہے۔ لیکن اس سے پہلے یہ عرض کر دینا مناسب
ہے کہ اشتراکی مادہ کے وجود کو ازلی و ابدی قرار دیتے ہیں اور
ان کا یہ خیال ہے کہ پہلے مادہ کی کوکھ سے حیوانی زندگی نے جنم
لیا اور پھر مختلف ارتقائی مراحل کے نتیجہ میں انسانی زندگی

نمودار ہوئی۔ درحقیقت اشتراکیت نے ڈارون کے نظریہ کو اپنا
[illegible] کے مطابق تخلیق کائنات میں کسی خالق کا کوئی
[illegible] بلکہ مادہ سے زندگی نے خود بخود جنم لیا اور انسان اس
[illegible] اعلیٰ ترین شکل ہے۔

[illegible] انسانی تاریخ کی داستان کا یوں آغاز کرتے ہیں کہ
انسانی وجود کے ابتدائی ایام میں وسائل پیداوار مشترک تھے
[illegible] کے جرم کی بنا پر مختلف طبقات معرض وجود
[illegible] اور یوں مادی وسائل کے باعث ان طبقات میں
[illegible] ہو گئی۔ سب سے پہلا اشتراکی دور تھا جس میں
[illegible] معاشی استحصال نہیں کرتا تھا بلکہ ذرائع پیداوار
[illegible] لیکن اس کے بعد آقا و غلام جاگیردار و کھیت مزدور
[illegible] دار اور مزدور کی طبقاتی کشمکش کے باعث معاشرہ
[illegible] کا فقدان ہے۔ لیکن امن و امان اور قدیم
[illegible] کی بحالی کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے کہ
[illegible] انقلاب کے ذریعہ، وسائل پیداوار پر قبضہ کر لیں اور
[illegible] وقت آئے گا جب وسائل پیداوار مشترک ہوں گے
[illegible] طبقاتی معاشرہ معرض وجود میں آئے گا۔ جہاں
[illegible] استحصال کا کوئی امکان نہ ہو گا۔ یہی انسانی زندگی کی
[illegible] یہی اشتراکی جنت الفردوس ہے۔

[illegible] تصور کے مطابق تاریخ انسانی پر صرف معاشی
[illegible] غالب رہا ہے اور ابتدائے تاریخ سے تہذیبیں معاشی

کشمکش کی بنا پر بنتی بگڑتی ہیں اور جب اشتراکی انقلاب سے یہ
ختم ہوجائے گی تو تاریخ انسانی میں ایک نیا دور شروع ہوگا۔۔۔
اشتراکیت کا دور جو تاریخِ انسانی کی معراج ہے۔

ب۔ مسیحی نظریۂ تاریخ۔

ا۔ مسیحی نظریۂ تاریخ کا پس منظر

سب سے پہلے مقدس اوگسطین نے مسیحی نظریۂ تاریخ کو
اِس انداز سے متعارف کرایا کہ اس نے رائج الوقت یونانی
تاریخ کو رد کر کے بائبل مقدس سے تاریخ کی ایک نئی
مقرر کی۔ اس لیے مناسب ہوگا کہ مسیحی نظریۂ تاریخ کو
کرنے سے پہلے یونانی نظریۂ تاریخ کا جائزہ لیا جائے

یونانی مورخین کا انسانی تاریخ سے متعلق کچھ مایوس کن
تھا۔ یوں کہہ لیجئے کہ تاریخ سے متعلق اُن کی رویا مبہم سی
ان کی تمام تر دلچسپیاں ماضی کے حقائق میں تھیں۔ یہ کہنا بجا
کہ یونانی ذہن پر "ماضی کا تسلط" تھا۔ یوں محسوس ہوتا
وہ ماضی کی یادوں سے تو محظوظ ہوتے تھے۔ لیکن مستقبل کے
لیے اُن کا رویہ بالکل غیر یقینی تھا، یعنی ماضی کی روشنی میں
مستقبل کی راہیں متعین کرنے سے ناآشنا تھے۔ حقیقت
یہ ہے کہ مستقبل کے تناسب سے ماضی کی تواریخی حیثیت
تعین کیا جاسکتا ہے لیکن یونانی مورخین کے علم تاریخ
پر یاسیت کا غلبہ تھا۔ اُن کے یہاں تاریخ، فنا و زوال کی

انسان تذبذب کی حالت میں تقدیر کے سامنے سر تسلیم
مجبور تھا۔
تاریخ کا انداز کچھ یوں ہے کہ کائنات میں زوال
انسانی کا مقدر ہے اور پھر اجرامِ فلکی کی گردش
کائنات کی ذمہ دار تھی، یعنی زمین کی گردش،
کے مطیع تھی اور یہ اصول تشکیلِ کائنات کا
تھا۔ یوں تمام تصوّر تاریخ بنیادی طور پر جبر و
تھا۔ یعنی انسان کی تقدیر اجرامِ فلکی کی گردش میں
مورخین کائنات کو ابدی اور لافانی متصور
گردش زمانہ کے ماتحت تھی۔ یونانی تصوّر
ایک ہی عمل بار بار دہرایا جاتا ہے۔ اور
حالات کی تجدید ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اِس
ترقی کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ گردشوں کا
سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تقدیر کے ان چکروں
انسان کے سامنے مستقبل کی طرف گامزن ہونے
نصب العین نہ تھا، کیونکہ مستقبل میں وہی کچھ
ہوچکا ہے۔ پروفیسر ورنر جیگر، ارسطو کے
کرتے ہیں کہ "زندگی" کے متعلق تشبیہ ماہ و سال
ہے کہ سال کے اختتام پر تمام سیارے اپنے
آجاتے ہیں اور پھر سے اپنا سفر شروع کر دیتے
زمین کی تہذیبیں بنتی اور بگڑتی رہتی ہیں۔ جن کا

اتا تھی کہ ان گردشوں میں نہ تو داخل ہونے اور نہ ہی ان سے باہر نکلنے کا راستہ تھا، کیونکہ اُسے یہ علم نہیں تھا کہ انسانی نسل کیونکہ معرضِ وجود میں آئی اور اس کا انجام کیا ہوگا؟

۲۔ مسیحی مفکرین کا نظریۂ تاریخ

یونانی تصورِ تاریخ میں یاسیت اور بے یقینی تھی، لیکن مُقدس اوگسطین نے اسے ایک نیا رخ دیا۔ اس نے اپنی تصنیف بعنوان "شہر خدا" میں اس نظریہ کی بھرپور تنقید کی۔ اس نے کہا کہ "مثال کے طور پر یونانی فلسفی افلاطون جس نے ایتھنز کی اکادمی میں درس دیئے تو یونانی نظریہ کے تحت لازم ہے کہ مختلف وقفوں میں وہی افلاطون، اکادمی اور طلباء بے شمار گردشوں میں ظہور پذیر ہوں گے۔ لیکن ہم مسیحی اس تصور کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں" کیونکہ "ہم جانتے ہیں کہ مسیح مردوں میں سے جی اٹھا ہے تو پھر نہیں مرنے کا۔ موت کا پھر اس پر اختیار نہیں ہونے کا" (رومیوں ۶: ۹) "اور ہم خود جی اُٹھنے کے بعد ہمیشہ خداوند کے ساتھ رہیں گے" (۱۔ تھسلنیکیوں ۴: ۱۶-۱۷)۔ یوں کلام مُقدس کی روشنی میں اوگسطین نے گردشی نظریہ تاریخ کی تردید کی۔ مزید برآں اس نے اپنی تصنیف میں کائنات کی ابتدا، انسان کے مسائل، اور ان کے الٰہی حل اور انسان کے انجام پر خاطر خواہ روشنی ڈالی جس سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ انسان

کی ابتدا ہے اور وہ اس کائنات میں رہتے ہوئے ایک [illegible] کی طرف گامزن ہے جہاں اس کے افعال و اعمال کی [illegible] جزا و سزا اس کی منتظر ہے۔

اشتراکی تصورِ تاریخ کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ مسیحی [illegible] یہ ہے کہ تاریخ محض انسان کی معاشی کیفیتوں کا تماشا [illegible] نہیں بلکہ یہ انسان کی کلی زندگی پر محیط ہے۔ مسیحیت ایک [illegible] اصول تاریخ پیش کرتی ہے جس میں وقت اور [illegible] کی تشریح کو خاص طور پر ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ انسان ایک معاشی مخلوق ہی نہیں جو اشیاء کی پیداوار اور ان کے [illegible] میں زندگی بسر کر دیتا ہے بلکہ وہ ایک ایسی مخلوق ہے [illegible] فنا، انجام اور ابدیت کا شعور ہے اس لئے تاریخ کا [illegible] العین محض اقتصادی معاشرہ کی کسی نئی شکل کا [illegible] بلکہ مسیحیت میں نئی انسانیت کی تخلیق کے تحت انسان [illegible] اعلیٰ معراج کو پیش کیا گیا ہے۔ درج ذیل سطور میں [illegible] و انسان کی ابتدا و انتہا کے سلسلہ میں مسیحی نقطۂ [illegible] کریں گے۔

اشتراکیوں کا یہ نظریہ ہے کہ مادہ ابدی ہے اور [illegible] خود بخود نمودار ہوئی اور زندگی نے مختلف مراحل طے [illegible] ان مراحل کی آخری شکل انسانی زندگی ہے۔ اور یوں [illegible] کا آغاز ہوا۔ لیکن بائبل کی روشنی میں پیدائش کی کتاب [illegible] یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے ابتدا میں کائنات کو نیست [illegible]

کیا۔ جہاں پہلے سے کچھ موجود نہ تھا، خدا نے مادہ کو وجود میں آنے
کا حکم دیا اور اِس سے کائنات کی تشکیل ہوئی۔ اس کا یہ مطلب
[illegible] کہ یہ کائنات قائم بالذات نہیں اور یہ بذاتہٖ ابدی نہیں بلکہ
خدا اس کا خالق ہے۔ یہ مادی کائنات خدا کے تخلیقی عمل کا نتیجہ
[illegible] اور ابدیت سے خدا کے ساتھ مادہ کا کوئی وجود نہیں تھا۔
[illegible] انسانی زندگی کے سلسلہ میں اشتراکی یہ توجیہہ پیش کرتے ہیں۔
کہ انسان زندگی کی ایک اعلےٰ اور مکمل ترین شکل ہے۔ زندگی نے
[illegible] حیوانات میں مختلف مراحل طے کئے اور بالآخر عملِ ارتقا کے
[illegible] انسان معرضِ وجود میں آ گیا۔ لیکن بائبل مُقدّس کے
[illegible] ان سے ظاہر ہے کہ خدا نے آدم کو مٹی سے خلق کیا اور اِس
[illegible] کائنات میں اُسے مرکزی مقام دیا۔ وہ مخلوقات میں اشرف
المخلوقات ہے اور وہ دیگر مخلوقات پر حاکم ہے۔ بائبل مُقدّس
[illegible] انسان کی عظمت یہاں تک بیان کرتی ہے کہ انسان نہ صرف
اشرف المخلوقات ہے بلکہ وہ خدا کی شبیہ پر پیدا کیا گیا تاکہ
خدا کے ساتھ رفاقت رکھ سکے۔ بائبل اِس حقیقت کو پیش
[illegible] ہے کہ انسان، خدا کے تخلیقی عمل کی معراج ہے۔ فرشتوں
[illegible] مقابلہ میں انسان کا خواہ کوئی بھی مقام کیوں نہ ہو، خدا کا
ارادہ تھا کہ وہ زمینی مخلوقات میں سب سے افضل ٹھہرے۔
بعض لوگ تخلیق کائنات کے سلسلہ میں یہ خیال پیش کرتے
[illegible] کہ خدا نے بنیادی طور پر اس دنیا کو اپنے جلال کے لئے
[illegible] یا انسان کے مفاد کے لئے تخلیق کیا۔ لیکن حقیقت

تو یہ ہے کہ خدا محبت ہے اور اس کے دیگر اعمال کی طرح [illegible]
کا تخلیقی عمل بھی محبت سے منسوب ہے۔ چنانچہ یہ کہنا [illegible]
کہ خدا نے اس کائنات کو اِس لئے تخلیق کیا کہ [illegible]
کی محبت میں شریک ہو سکیں۔
یہ خدا کی محبت کا اظہار ہے کہ اس نے انسان کو [illegible]
پر پیدا کیا اور اسے کسی حد تک آزاد مرضی بھی دی [illegible]
مثلاً جسمانی شکل و صورت اور سماجی ماحول کے [illegible]
کی آزادی محدود ہے۔ لیکن جہاں تک اس کی آزاد [illegible]
تعلق ہے وہ حقیقی ہے لیکن انسان (آدم) اپنی [illegible]
اور تکبر کے تحت یہاں تک خود مختار ہو گیا کہ خدا کی مرضی [illegible]
کی بجائے اپنی مرضی کو افضل مقام دیا۔
بعض لوگوں کا یہ سوال ہے کہ خدا نے انسان کو [illegible]
کیا جبکہ اُسے پہلے سے معلوم تھا کہ وہ گناہ میں گر جائے [illegible]
یہ دنیا غم، تکلیف اور موت کا گھر بن جائے گی؟ [illegible]
یہ ہے کہ جب خدا کی یہ خواہش تھی کہ تمام مخلوقات [illegible]
مخلوق تخلیق کرے ... یعنی ایسی مخلوق جس سے وہ [illegible]
رکھ سکے تو اس کے لئے ضروری تھا کہ اُسے خود مختار [illegible]
جائے تاکہ وہ اِس کا آزادانہ استعمال کر سکے [illegible]
صورت میں تشکیل دینا کہ وہ نیکی بدی میں انتخاب [illegible]
اور اس پر ایک خاص نوعیت کا عمل ٹھونپ دیا جاتا [illegible]
انسان نہیں بلکہ کوئی حیوان یا مشین ہوگا۔

انسانی معاشرہ میں بگاڑ کا کیا سبب تھا؟ اس معاشرہ میں
[illegible] کا پس منظر کیا تھا؟ اشتراکیت کا یہ جواب ہے کہ انسان
[illegible] میں مل جل کر رہتا تھا اور وسائل پیداوار سب کیلئے
[illegible] تھے لیکن چند لوگوں نے نجی جائیداد کی ملکیت سے معاشرہ
[illegible] کو جنم دیا۔ مسیحیت کا نظریہ اس سے قطعاً مختلف ہے۔
[illegible] کا آغاز سب سے پہلے ابلیس سے ہوا جس کا تعلق مخلوقِ
[illegible] تھا۔ بعد ازاں اس نے آدم اور حوا کو ان کے خالق
[illegible] کے خلاف شک میں ڈالا اور وہ اپنے محسن کے حکم کی
[illegible] کے مرتکب ہوگئے۔ خدا سے تعلقات کا بگاڑ ہی گناہ تھا۔
[illegible] کی فطرت میں گناہ کے داخل ہونے سے نہ صرف اس کے
[illegible] خدا سے بگڑ گئے، بلکہ انسانوں کی آپس میں رفاقت میں
[illegible] کا پیدا ہوگیا۔ انسانی معاشرہ میں معاشی استحصال کے
[illegible] اور بھی بہت سے گناہوں نے جنم لے لیا۔
[illegible] معاشرہ میں انسان کے گناہوں سے ابتری اور بے چینی ہے۔ کیا
[illegible] اس صورت حال میں اس کائنات سے لاتعلق ہے؟ بالکل
[illegible] تو تسلیم کرتے ہیں کہ خالق خدا نے اس کائنات کو خلق
[illegible] تخلیق کے کام کی کوئی ایسی نوعیت نہیں کہ جیسے گھڑی
[illegible] گھڑی بنا دی اور وہ چلنے لگی اور اس کے بعد گھڑی
[illegible] اس سے کوئی شخصی تعلق نہیں رہا۔ ہمارا خدا نہ صرف کائنات
[illegible] ہے بلکہ وہ پروردگار بھی ہے۔ وہ اس کائنات کی تاریخ
[illegible] نہیں، وہ انسانی زندگی سے لاتعلق نہیں۔

کیونکہ اگر خدا کا انسانی زندگی سے کوئی رابطہ نہیں اور [illegible]
زندگی کی کوئی فکر نہیں ایسے خدا سے مناجات بے سود [illegible]
مؤرخ لاطوریٹ خدا کی پروردگاری کے سلسلہ میں [illegible]
کا یوں اظہار کرتا ہے "مسیحیوں کا اعتقاد ہے کہ خدا اس [illegible]
کا خالق ہے اور وہ اس کی حدود تک حکمران ہے۔ [illegible]
کائنات میں انسان ہوں، یا بے بیان فاصلے، یا کائنات [illegible]
سے باریک ذرات، وہ ان سب پر حکمران ہے" [illegible]
اے وارڈ بھی کچھ ایسے ہی تاثرات کا اظہار کرتا ہے "خدا [illegible]
کی حیثیت سے تمام کائنات پر حکمران ہے اور تمام [illegible]
مکمل، پاک اور پُر محبت نتائج کے لئے اختیار رکھتا [illegible]
وہ ہر ایک انسان کی زندگی کو اپنی پُر فضل نگہداشت [illegible]
ہے۔ اس لفظ کو استعمال کرنے سے ہم خدا کی تمام [illegible]
اس کی پُر حکمت اور پر شفقت نگہداشت، ان کی [illegible]
پر اس کی مسلسل نظر اور اس دنیا کے لئے بھلائی [illegible]
کی قابلیت پر ایمان کا اقرار کرتے ہیں۔ اس سے [illegible]
ہے کہ خدا فطرت کے ہر بحران اور واقعات میں [illegible]
وہ ان میں اور ان کے اوپر حاکمِ اعلیٰ ہے۔ جو کچھ اس [illegible]
کیا ہے، وہ اس کی فکر کرتا ہے اور کسی [illegible]
نہیں کرتا۔"

خدائے خالق نے انسانی معاشرہ کی اصلاح [illegible]
کی معرفت شریعت دی جس میں خدا کی محبت اور [illegible]

ذہن کی تخلیق شدہ کوئی معاشی اصلاح یا کوئی نفسیاتی طریقہ [illegible]
معاون ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسے قوانین و ضوابط کی [illegible]
بلکہ ایک نجات دہندہ کی ضرورت تھی۔

خدائے پروردگار نے تجسم مسیح کے وسیلہ سے اس [illegible]
پورا کیا۔ "کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس [illegible]
اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک [illegible]
بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔" (یوحنا ۳ : ۱۶)۔ برونر [illegible]
کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے کہ "خدا بنی نوع انسان کی [illegible]
میں دلچسپی لیتا ہے۔ تاریخ انسانی سے اس کا تعلق [illegible]
کی حیثیت سے نہیں بلکہ وہ خود تاریخ میں دخل انداز [illegible]
وہ خدائے خالق، ایک تواریخی شخصیت یسوع مسیح [illegible]
میں ظاہر ہوا اور ہمیشہ ہمیشہ کے ایک فیصلہ کن عمل [illegible]
دیا۔ خدا کے کلام کا تجسم اس حقیقت کا مظہر ہے [illegible]
وقت کی قید و بند میں ظاہر ہوا"۔ تجسم کی غرض و غایت [illegible]
کے ان الفاظ میں پوشیدہ ہے کہ "جب وقت پورا ہو [illegible]
اپنے بیٹے کو بھیجا جو عورت سے پیدا ہوا اور شریعت [illegible]
پیدا ہوا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو مول لے کر چھڑا [illegible]
لے پالک ہونے کا درجہ ملے۔" (گلتیوں ۴ : ۴، ۵) [illegible]
اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ خدا کو گنہگار انسان [illegible]
کی فکر ہے۔ ٹائن بی کہتا ہے کہ "تجسم مسیح خدا کی نگاہ [illegible]
کی قدر و منزلت کی ضمانت ہے۔ رازِ تجسم اس بات کی [illegible]

[illegible] نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ وہ انسان پر اپنی مرضی کا اظہار
کرنا چاہتا تھا اور اس نے یہ کام شریعت کے وسیلہ سے
انجام دیا۔ خدا نے انسان کو گناہ کی معافی کے لئے قربانی کے
[illegible] سے روشناس کرایا۔ "اور تقریباً سب چیزیں شریعت
کے مطابق خون سے پاک کی جاتی ہیں اور بغیر خون بہائے معافی
نہیں ہوتی۔ (عبرانیوں ۹ : ۲۲) چونکہ گناہ انسان کی سرشت میں
پایا ہوا ہے اس لئے معاشرہ کی اصلاح کے لئے انسانی اعمال
کے منبع یعنی اس کی فطرت کو تبدیل کرنا ضروری ہے۔ اس کے
لئے شریعت کے طریقے کارگر ثابت نہ ہوئے۔ تاہم اس سے
مراد نہیں کہ کامل خدا کی شریعت نامکمل ہے۔ پولس رسول اس
کی یوں وضاحت کرتا ہے کہ "شریعت پاک ہے اور حکم بھی پاک
اور راست اور اچھا ہے۔" (رومیوں ۷ : ۱۲)۔ "شریعت تو
روحانی ہے مگر میں جسمانی اور گناہ کے ہاتھ بکا ہوا ہوں ...
گناہ مجھ میں بسا ہوا ہے ... میرے جسم میں کوئی نیکی بسی ہوئی
نہیں، البتہ ارادہ تو مجھ میں موجود ہے مگر نیک کام مجھ سے
بن نہیں پڑتے۔" (رومیوں ۷ : ۱۴، ۱۷، ۱۸)۔ اس سے یہ ظاہر
ہوتا ہے کہ انسان شریعت کے معیار تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ
شریعت تو مانند آئینہ کے ہے جو انسان پر اس کے گناہ تو ظاہر
کر سکتی ہے، لیکن ان دھبوں کو صاف نہیں کر سکتی۔ درحقیقت
انسان گناہ کے ہاتھوں اس قدر مجبور ہے کہ اس کے لئے انسانی

اِس حقیقت کی یوں تصدیق کی گئی ہے کہ "اُس کے بیٹے یسوع
کا خون ہمیں تمام گناہ سے پاک کرتا ہے" (۱-یوحنا ۱: ۷)
"پس اب جو مسیح یسوع میں ہیں اُن پر سزا کا حکم نہیں" (رومیوں
۸: ۱) مسیح کا خون انسان کی نیت میں تبدیلی پیدا کرتا ہے [illegible]
مانند اشتراکیوں کے انسان کو خارجی اصولوں اور منصوبوں [illegible]
سے تبدیل کرنا، مسیحیت میں بالکل بے معنی اور ناممکن [illegible]
مسیحیت انسان کے نئے مخلوق ہونے کا تصور پیش کرتی [illegible]
جس کا یہ مطلب ہے کہ جب گنہگار مسیح کی صلیب پر نگاہ [illegible]
ہے تو اسے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ مسیح خداوند کو
اس کے گناہوں کی خاطر صلیب پر جان دینا پڑی اور وہ اس
کے کفارہ کے احساس سے اپنے گناہوں سے توبہ کرتا [illegible]
اور آئندہ گناہ کی روش سے نفرت کرتا ہے، اس [illegible]
کے گناہوں کی خاطر مسیح خداوند کو موت کا دکھ سہنا پڑا [illegible]
خارجی اصولوں سے اجتماعی اصلاح کا نظریہ پیش نہیں کرتی [illegible]
بلکہ افراد کو تبدیل کرنے کے لئے صلیبی فدیہ کی پیش کش [illegible]
ہے۔ انسان کی اصلاح کا حل معاشی منصوبوں میں نہیں [illegible]
اس کی نیت کی تبدیلی میں ہے اور نیت کی تبدیلی کا حل [illegible]
مسیح کی صلیب میں ہے۔ تاریخ میں مسیح یسوع ایک [illegible]
مصلح کی حیثیت سے داخل ہوتا ہے جو معاشرہ کے افراد
کے لئے صرف نظریات ہی نہیں بلکہ انسان کے گناہوں [illegible]
اور ضمیر کی ملامت سے آزاد کرنے کے لئے عادل خدا [illegible]

[illegible] کہ اس دنیا کی کوئی حقیقی اقدار ہیں، یعنی انسان کے دکھوں
[illegible] خدا نے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے
[illegible] تاریخ کو نہ صرف پُر معنی بنا دیتا ہے بلکہ اِس کی سمت اور
[illegible] بھی متعین کرتا ہے۔ ہم اس کی یوں بھی وضاحت کر سکتے
[illegible] تجسم الٰہی تاریخ کی صورت بدل دیتا ہے اور انسانی زندگی
[illegible] گردش وقت کی غلامی سے آزاد کرتا ہے"۔
تجسم الٰہی کے سلسلہ میں روسی آرتھوڈاکس فادر جارج فلاورسکی
[illegible] خیالات کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے "کہ کائنات اور تاریخ
کا مفہوم بہت سے غیر مسیحی نظریات کا حامل بھی ہے، لیکن مسیحیت
کا نظریہ تاریخ، تواریخی واقعات پر مبنی ہے، یعنی ان واقعات
کا تعلق مختلف نظریات سے نہیں بلکہ ایک شخصیت سے ہے۔
مسیحی عقیدہ کے مطابق خدا نے یسوع ناصری کے وسیلہ سے ایک
[illegible] اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ظاہر کر دیا۔ اور اُس نے فیصلہ
[illegible] عمل سے تاریخ کو ایک نیا رخ دیدیا۔ راسخ الاعتقاد مسیحیوں
کا یہ عقیدہ ہے کہ الوہیت مسیح یسوع میں مجسم ہوئی اور یوں
مسیح یسوع میں خدا نے اپنی فطرت کا اظہار کیا تاکہ تاریخ انسانی
میں ایک اہم اور مرکزی حیثیت کے کار نجات کو پایۂ تکمیل
تک پہنچائے"۔
انسانی تاریخ میں تجسم مسیح کا مقصد یہ تھا کہ گنہگار انسان
کی بگڑی ہوئی فطرت کو بحال کیا جائے اور انسان کو ضمیر کی
ملامت اور گناہ کی سزا سے آزاد کیا جائے۔ بائبل مقدس میں

[illegible] ہی قربانی پیش کرتا ہے۔ قربانی کوئی نیا اصول نہیں بلکہ عہد
عتیق میں خدا نے خود ہی اس طریقہ کو متعارف کرایا ہے اور
عہد جدید میں اس اصول کے تحت گنہگار انسان عادل خدا
کے سامنے مسیح کی قربانی کے وسیلہ رحیم خدا کے سامنے رحم کا
امیدوار ہوتا ہے، اور مسیح پر ایمان لانے سے اپنے گناہوں سے
نجات پاتا ہے۔ مسیح کی قربانی انسان کے منفی کردار کو
مثبت میں تبدیل کرتی ہے۔ گنہگار ماضی کی بدکاریوں اور سیاہ
کاریوں سے نفرت کرتا ہے اور مسیح یسوع میں نئی زندگی بسر
کرتا ہے۔ یوسطین شہید نے مسیح مصلوب پر ایمان لانے والوں
کی طرزِ حیات کی یوں تصویر پیش کی ہے: "ہم جو پہلے بدچلنی
کے عادی ہوتے تھے، اب پاکیزہ زندگیاں گذارتے ہیں۔ ہم جو
جادو کیا کرتے تھے اب اپنے آپ کو بھلے اور خالق خدا کے لئے
مخصوص کر چکے ہیں ... ہم ایک دوسرے سے نفرت کرتے اور
ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے تھے اور اجنبی لوگوں کے ساتھ
اپنے دستور مختلف تھے مل کر نہیں رہ سکتے تھے، اب مسیح کے
ظہور کے وقت سے ہم ایک ہی طرزِ زندگی میں شامل ہو گئے
ہیں۔ ہم اپنے دشمنوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور جو ہم سے
نفرت کرتے ہیں اُن کو ہم جیتنے کی کوشش کرتے ہیں۔" تجسم،
تصلیب اور قیامت مسیح انسانی معاشرہ کی تبدیلی کا واحد
ذریعہ ہیں۔

ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ بائبل کی تعلیم کے مطابق اس

کائنات وانسان کی ابتدا ہے۔ انسانی زندگی میں گناہ داخل ہوا اور
خدا نے مسیح کی صلیب میں اس کا مداوا پیش کیا۔ لیکن مسیح کی آمد
کے باوجود ابھی تک معاشرہ میں بُرائیاں ہیں۔ اِس دنیا میں اکثر
اوقات انسان کو بدی کی سزا نہیں ملتی اور بعض اوقات نیکی
کی جزا سے محروم رہتے ہیں۔ خداوند ملاکی نبی کی معرفت فرماتا
ہے "کہ تم نے اپنی باتوں سے خداوند کو بیزار کر دیا تو بھی تم کہتے ہو
کس بات میں ہم نے اسے بیزار کیا؟ اسی میں جو کہتے ہو کہ ہر شخص
جو برائی کرتا ہے خداوند کی نظر میں نیک ہے اور وہ اس سے
خوش ہے اور یہ کہ عدل کا خدا کہاں ہے" (ملاکی ۲: ۱۷) تم
نے تو کہا خدا کی عبادت کرنا عبث ہے۔ رب الافواج کے کلام
پر عمل کرنا اور اُس کے حضور ماتم کرنا لاحاصل ہے۔ اور اب
مغروروں کو نیک بخت کہتے ہیں۔ شریر برومند ہوتے ہیں اور
خدا کو آزمانے پر بھی رہائی پاتے ہیں" (ملاکی ۳: ۱۴-۱۵)
سچ ہے کہ اس تاریکی اور فانی دنیا میں آسمان کی بادشاہی
بیج تیزی سے نشو ونما پا رہا ہے، آسمان کی بادشاہت کے
کے ساتھ ساتھ اس فانی دنیا میں بدی کی قوتیں اور اثرات بھی
موجود ہیں۔ گیہوں کے ساتھ کڑوے دانے بھی بڑھ رہے ہیں
آسمان کی بادشاہی کے ساتھ ساتھ مخالف قوتیں بھی ترقی کر
رہی ہیں۔ اس صورتِ حال کا حل آخری عدالت میں موجود
متی ۲۵: ۳۱-۴۶؛ یوحنا ۵: ۲۷-۲۸؛ اعمال ۲۵: ۲۲
تاریخ کا آغاز ہے جس کا تعلق تخلیقِ کائنات سے ہے اور

انتہا کی ایک معراج ہے جس کا تعلق مسیح کی آمدِ ثانی، مُردوں کے
جی اٹھنے اور اُن کی عدالت سے ہے۔ کلامِ مُقدس کی تعلیم کے
مطابق مسیح خداوند عادل کی حیثیت سے انصاف کرے گا۔
جہاں ناراستوں کی ناراستی کی سزا ابدی موت ہوگی اور راستبازوں
کی جزا ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ بقول برونر یہ ہمیشہ کی زندگی، خدا
کے ساتھ، خدا میں اور خدا کی طرف سے ہوگی ۔۔۔۔ یہ ایک
ایسی زندگی ہے جس میں کامل شراکت ہے" اس زندگی میں
گناہ، موت، دکھ اور فکر کو کوئی دخل نہیں۔ یہی فردوس ہے
اور یہی مثالی معاشرہ ہے جس کے قیام میں انسانی کاوش نہیں
بلکہ الٰہی عمل کارفرما ہے۔ اور یہ تاریخ کی معراج ہے۔

۲- نظریۂ جائیداد

۱- اشتراکی نظریۂ جائیداد۔

گذشتہ ابواب میں بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اشتراکی فلسفہ
حیات میں بھی جائیداد کو انسانی معاشرہ میں سب برائیوں کی
جڑ تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس برائی کے انسداد کے لئے
بھی جائیداد کو ختم کرنا اور وسائل پیداوار کو مشترکہ طور پر استعمال
میں لانا اشتراکی نصب العین ہے۔ اور انقلاب اور خون کی
ندیوں سے بھی جائیداد کو ملکیت ریاست بنانا اس نصب العین

مختار ہیں اور ان چیزوں کے مختار کی حیثیت سے ایک دن ہم
سے حساب لیا جائے گا۔"

مسیحی نظریۂ جائیداد کے تین بنیادی پہلو ہیں۔

اوّل :- یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ شخصی جائیداد کسی شخص کی
ارتقاء کے لئے ایک اہم عنصر ہے یعنی اس سے کسی فرد کی
شخصیت اُجاگر ہوتی ہے۔ کسی شخص کی ذات اس کی جائیداد
سے بھی منعکس ہوتی ہے، یعنی ان چیزوں سے جو اس نے اپنی
کاوش سے حاصل کی ہیں۔ مزید برآں مادی اشیاء کے استعمال
سے انسانی ذات کے اخلاقی کردار کی نشوونما بھی ہوتی ہے۔
کی جائیداد کے حصول اور مصرف سے شخصی آزادی اور نظم
وضبط کی مشق ہوتی ہے۔ انسانی شخصیت کے ساتھ جائیداد
کے اس قدر قریبی تعلق کو تسلیم کرتے ہوئے مسیحیت نے ہمیشہ
اس کے حصول و استعمال کے حق کا تحفظ کیا ہے۔ سوائے
تارک الدنیا جیسے انتہا پسندوں کے، مسیحیت نے انسان کو اپنی
جائیداد سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دی ہے لیکن استعمالِ
جائیداد کے ساتھ ساتھ کلیسیا نے انسان کو اس حقیقت سے
بھی آگاہ کیا ہے کہ راستباز منصف مسیح یسوع، مال و متاع
کی عدالت کرے گا۔

دوم :- کلیسیا نے ہمیشہ نجی جائیداد کی قدر و منزلت کو انفرادی
آزادی کے دفاع کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ
آزادی صرف اشیاء کے استعمال میں ہی موجود نہیں، بلکہ جس

کے پاس ذرائع پیداوار ہیں، وہ اقتصادی دباؤ سے بالکل آزاد
ہوگا جو اس کی شخصی آزادی، سماجی زندگی اور اس کے [illegible]
کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ دور میں [illegible]
تحفظ، مزدوری، ادائیگی، بے روزگاری کی ضمانت [illegible]
جیسے عوامل میں پوشیدہ ہے۔ ان لوگوں کو کارل مارکس [illegible]
پرولتاریوں کا نام دیا ہے۔ لیکن اس کے دور میں ایسے [illegible]
بعید از قیاس تھے۔ کلیسیا نے شروع سے ایسے تحفظات [illegible]
طور پر نجی جائیداد کی نعمت کی حیثیت سے قبول کیا ہے [illegible]
کو اس خوف سے آزادی دلائی جائے جس سے ان کے [illegible]
اور روحانی سکون کے چھن جانے کا امکان ہے۔ [illegible]
ہمیشہ نجی جائیداد کے حق کو ظلم و استبداد کے خلاف [illegible]
کے طور پر تسلیم کیا ہے۔

سوم :- کلیسیا نے ہمیشہ نجی جائیداد، یعنی شخصی اثاثہ [illegible]
وسائل پیداوار کو انسان کی شخصی محبت اور [illegible]
منسلک قرار دیا ہے۔ جب ایک شخص دوسرے [illegible]
مادی شئے انعام کے طور پر پیش کرتا ہے تو احساس [illegible]
حقیقت میں تبدیل ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ [illegible]
سے ایک دوسرے کے لئے محبت کا اظہار ہوتا ہے [illegible]
محبت کی حقیقی تشریح ہی یہی ہے کہ ایک دوسرے کی [illegible]
اس میں پوشیدہ ہے کہ محبت صرف دلی کیفیت [illegible]
نہ رہے بلکہ اس کا ظہور عمل میں ہو۔ اور خدا نے بھی انسان

نے محض لفظی محبت کا اظہار نہیں کیا بلکہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا
بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی
زندگی پائے"۔ سخاوت محض اظہارِ محبت ہی نہیں بلکہ یہ انعام
ہے۔ مُقدس یعقوب کہتا ہے کہ محبت کے الفاظ، محبت کے
عمل میں تبدیل ہوں۔ محبت کے عمل سے ایمان کی تکمیل ہوتی
ہے۔ سخاوت کے کام میں دینے والے اور لینے والے دونوں
کو برکت ملتی ہے۔

اسی بنا پر ابتدائی کلیسیا کے بزرگوں نے یہ تعلیم دی کہ غریب
امیروں کے لئے خدا کی طرف سے عطیہ ہیں۔ اور ان کے پاس یہ
موقع ہے کہ اپنی دولت کے سلسلہ میں اچھے مختار ہونے کا مظاہرہ
کریں۔ اور خداوند انہیں اجر دے گا۔ انعام و عطیہ پڑوسی سے
محبت کا زندہ ثبوت ہے بعینہٖ جیسے کامل انسان اور کامل خدا
مسیح یسوع نے انسان سے خدا کی محبت کا اظہار کیا۔

یاد رہے کہ سخاوت کے اِس عمل کا تعلق بہت زیادہ دولت
سے بھی نہیں۔ مسیح خداوند نے جب بیوہ بڑھیا کو ہیکل کے خزانہ
میں دو دمڑیاں ڈالتے دیکھا تو اُس نے خدا کے لئے اس چھوٹے
سے تحفے کو بہت بڑا قرار دیا۔ درحقیقت مسیح خداوند نے صاف
دلی اور نیک نیتی سے پیش کی ہوئی اُن دو دمڑیوں کو سونے
کے انباروں پر ترجیح دی۔

یہاں پر یہ امر غور طلب ہے کہ دینے والے کے پاس کثیر دولت
اور دو دمڑیوں کا ہونا ضروری ہے یعنی یہ اس کی ذاتی ملکیت

ہو۔ کسی انعام کو محبت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا جب تک وہ
یہ دینے والے کی ملکیت نہ ہو۔ یعنی دولت کا مالک دینے اور
اپنے پاس رکھنے کے لئے خود فیصلہ کرے۔ اسے اس سلسلے
میں مکمل آزادی ہو۔ کلیسیا نے ہمیشہ نجی جائیداد اور شخصی آزادی
کی حمایت کی ہے۔ لیکن کلیسیا اس بات پر زور دیتی ہے کہ
جائیداد انسان کی فلاح اور خدا کے جلال کے لئے استعمال
کی جائے۔

کارل مارکس مسیحی نظریۂ جائیداد کو بالکل نہ سمجھ سکا، کیونکہ مسیحی
نظریہ کے مطابق جائیداد بذاتہٖ ایک نصب العین نہیں [illegible]
تعلیم تو یہ ہے کہ اگر حصولِ دولت انسان کا واحد نصب العین
ہو تو یہ اس کی روحانی بربادی کا باعث ہے۔" اور اگر آدمی ساری
دنیا حاصل کرے اور اپنی جان کا نقصان اٹھائے تو اسے کیا
فائدہ ہوگا؟" (متی ۱۶: ۲۶)۔

اپنی اور دوسروں کی ترقی کا راز اشیاء کے حصول میں نہیں بلکہ
ان کے استعمال میں ہے۔ جو شخص جائیداد کے حصول کو اپنا
نصب العین بنا لیتا ہے، روحانی لحاظ سے غریب ہے۔ اس
سلسلہ میں ہمیشہ ایسی جائیداد کی نسبت غربت کو ترجیح دی
اگر کوئی شخص اپنی دولت کو دوسروں کی بہبود اور اپنی روحانی
ترقی کے لئے استعمال نہیں کرتا، تو وہ دولت کا خادم بلکہ غلام
ہے۔

جائیداد کے سِلسِلہ میں تا حال ہم نے چند ایک مسیحی اصولوں کا

نے دولت سے متعلق منفی رویّہ کا اظہار کیا تو اس کا مقصد یہی
تھا کہ آسمان کی بادشاہت کو اولین مقام دیا جائے۔

علاوہ ازیں مسیح خداوند کی خدمت اور تعلیم سے یہ بھی ظاہر
ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو دولت کے اچھے مختار تھے، انہیں بھی
جائیداد اور ملکیت کو چھوڑنے کے لئے قطعاً تلقین نہیں کی
"اور یوآنہ ہیرودیس کے دیوان خوزہ کی بیوی اور سوسناہ اور
بہتیری اور عورتیں بھی تھیں جو اپنے مال سے اس کی خدمت
کرتی تھیں" (لوقا ۸: ۳)۔ "اور زکائی نے کھڑے ہو کر خداوند
سے کہا اے خداوند دیکھ میں اپنا آدھا مال غریبوں کو دیتا ہوں
اور اگر کسی کا کچھ ناحق لے لیا ہے تو اس کو چوگنا ادا کرتا ہوں"
(لوقا ۱۹: ۹)۔ یسوع نے دیکھا کہ یہ شخص اپنی دولت کے [illegible]
کی حیثیت سے دیانتدار ہے اور وہ دولت کا غلام نہیں [illegible]
اُس نے اسے دولت ترک کرنے کے لئے بالکل کچھ نہیں کہا۔
اِن چند ایک مثالوں سے ہم یہی اخذ کرتے ہیں کہ مسیح خداوند کی
حصول دولت کی نسبت اس کے استعمال پر نگاہ تھی۔

اشتراکی حضرات اعمال کی کتاب میں یروشلیم کی کلیسیا کے
اشتراکِ جائیداد کو عالمگیر اصول کے ڈھانچہ میں ڈھالنا چاہتے
ہیں۔ "اور جو ایمان لائے تھے وہ سب ایک جگہ رہتے تھے اور
سب چیزوں میں شریک تھے اور اپنا مال و اسباب [illegible]
ہر ایک کی ضرورت کے موافق سب کو بانٹ دیا کرتے تھے"
(اعمال ۲: ۴۴-۴۵)۔

کا ذکر کیا۔ اب ہم انجیل مقدس اور ابتدائی کلیسیا کے جائیداد سے
متعلق نظریہ و عمل کا جائزہ لیں گے۔

اشتراکی اپنے فلسفۂ مادیت کی حمایت کے لئے اکثر مسیح خداوند
کے اقوال بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے
کہ مسیح خداوند مقبوضات و جائیداد سے بے اعتنائی اور خدا کی
پروردگاری پر کلی طور پر تکیہ کرنے کی تلقین کرتا ہے (متی ۶:
۲۵-۳۴؛ لوقا ۱۲: ۲۲-۳۲)۔ لیکن اس کی تعلیم کا بنیادی پہلو یہ
ہے کہ آسمان کی بادشاہی کو اور خدائے خالق کو اولین مقام دیا
جائے۔ "پہلے تم اس کی بادشاہی اور اس کی راستبازی کی تلاش
کرو۔" لیکن اس تعلیم میں چیزوں کے حصول کی نفی نہیں کی بلکہ یہ
فرمایا کہ "یہ سب چیزیں بھی تم کو مل جائیں گی" (متی ۶: ۳۳) بعض
اوقات اشتراکی مسیح خداوند کے اس ارشاد کی غلط تاویل کرتے
ہوئے اشتراکی موقف کے لئے سہارے کے طور پر استعمال کرتے
ہیں جب مسیح نے اُس امیر شخص سے کہا کہ "ایک بات کی تجھ میں
کمی ہے۔ جا جو کچھ تیرا ہے بیچ کر غریبوں کو دے۔ تجھے آسمان پر
خزانہ ملے گا اور آ کر میرے پیچھے ہو لے" (مرقس ۱۰: ۲۱)۔ اِس
مثال کو نجی جائیداد سے دستبردار ہونے کے لئے استعمال نہیں
کیا جا سکتا اور نہ ہی اِس سے کوئی عالمگیر اصول متعین کیا جا
سکتا ہے، کیونکہ مسیح خداوند جانتا تھا کہ شریعت پر عمل کرنے کے
باوجود وہ شخص دولت کا غلام ہے اور وہ اسے اِس غلامی
سے آزاد کرنا چاہتا تھا۔ تاہم اپنی تعلیم میں جب بھی مسیح خداوند

اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اِس اشتراک کے تین نمایاں پہلو نظر آتے ہیں۔

اوّل - اِن ایمانداروں کا یہ یقین تھا کہ مسیح خُداوند جلد واپس آنے والا ہے اس لئے اپنی چیزیں مشترک طور پر استعمال کرتے تھے۔

دوم - اِس اشتراکِ محبت کی یہ خوبی تھی کہ یہ غیرارادی اور رضاکارانہ فعل تھا۔ اسے منظم نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی یہ کسی خارجی جبر کے تحت تھا۔ اِس میں فیصلہ کُن عنصر تنظیم نہیں بلکہ رفاقت تھی۔ اِس سلسلہ میں یہ بھی ذکر کر دینا ضروری ہے کہ اِس اشتراک سے قبل یہودیوں کی ایک جماعت بنام اسینی ایک ایسی منظم جماعت تھی جس کے مقررہ اصول تھے۔ درحقیقت مکابیوں کی بغاوت کے زمانہ میں یہودیوں کے امراء کے طبقہ میں ہوسِ زر بہت زیادہ بڑھ چکی تھی اور اِس جماعت کا یہ مقصد تھا کہ ایک مثالی معاشرہ قائم کیا جائے۔ تاہم جلد ہی اسے سخت قوانین وضوابط سے منظم کر دیا گیا۔ اِس منظم جماعت میں ہر اُمیدوار کے لئے یہ اصول تھا کہ وہ اپنی تمام جائیداد جماعت کے نگہبان کے پاس رکھے اور اگر ایک سال کے بعد اسے قبول کر لیا جاتا تو اسے تمام دولت تنظیم کے حوالہ کرنا پڑتی تھی۔ جماعت کے ارکان کی ضروریات اِن ذرائع اور اُن کے زرعی اور دستکاری کے کام سے پوری کی جاتی تھیں۔ یوں جماعت کے پاس کافی دولت جمع ہو جاتی تھی۔ جب یوسیفس مورخ یہ کہتا

ہے کہ اسینی جماعت دولت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی [illegible] تو وہ صرف انفرادی جائیداد و دولت کے متعلق کہتا ہے [illegible] جائیداد کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ذلت کی حد تک غریب نہ ہو [illegible] اور وہ حد سے زیادہ امیر نہ ہو جائیں۔ قوانین بہت [illegible] اگر کوئی اپنی ملکیت و جائیداد کے سلسلہ میں غلط بیانی سے کام لیتا تو اسے جماعت سے خارج کر دیا جاتا تھا۔

سوم - شاگردوں کو دولت سے متعلق مسیح کی تعلیم بھی [illegible] تھی اور یہ بعید از قیاس ہے کہ اس تعلیم کا ان پر اثر نہ ہوا [illegible] کی تعلیم اور اس کا طرزِ زندگی اُن کی یادوں سے محو نہیں ہوا تھا [illegible] یہاں یروشلیم میں کلیسیا، دولت و جائیداد کے تفکرات سے [illegible] نیاز تھی۔ چونکہ انہیں اس بات کا بھی احساس تھا کہ [illegible] مسیح یسوع جلد آنے والا ہے۔ اِس لئے وہ دولت کے [illegible] سے آزاد ہو کر جماعت کے پاس اپنا اثاثہ جمع کرا دیتے [illegible] روحانی جوش سے بھری ہوئی اور روح کی نعمتوں سے [illegible] جماعت روزانہ عبادت اور روٹی توڑنے کے لئے جمع ہو [illegible] تھی اور وہ دولت و جائیداد سے بالکل بے نیاز تھی۔ [illegible] احساس تھا کہ خداوند قریب ہے، اور انہیں کسی قسم کی [illegible] نہیں کرنی چاہیئے۔ اِس جماعت کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ [illegible] اور یونانیوں میں کلام کی بشارت دیں۔ اور لوگوں کی [illegible] کی ضروریات، فروخت شدہ جائیداد سے حاصل شدہ [illegible] سے پوری کی جاتی تھیں۔ سماجی تفریق کا وجود نہ تھا اور جماعت [illegible]

[illegible] بھی غریب نہیں تھا" (اعمال ۴: ۳۴) - یوحنا مرقس کی
[illegible] نے اپنا گھر عبادت کے لئے وقف کر رکھا تھا (اعمال
۱۲: ۱۲) - کوئی شخص بھی اپنی جائیداد سے متعلق قانونی جھگڑوں
میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ چونکہ مسیح کی آمد کا شدت سے انتظار
تھا اس لئے وہ مستقبل کے بارے میں کوئی جامع منصوبہ
[illegible] بنانا چاہتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب اس جماعت
میں اضافہ ہوا تو تقسیم کے طریق کار میں مسائل پیدا ہو گئے۔
(اعمال ۶: ۱-۶) روح کے تجربہ اور مسیح کی آمد کے انتظار
[illegible] اسینیوں کی طرح ان کے پاس کوئی واضح منصوبہ بندی
[illegible] تھی۔ تقریباً سنہ ۴۸ء کے بعد قیصر کلادیس کے عہد میں
[illegible] کے دباؤ اور قحط سے یروشلیم کی کلیسیا معاشی بحران
کا شکار ہو گئی۔ چنانچہ مکدنیہ اور اخیہ کی کلیسیاؤں نے ان کی مدد
[illegible] ہاتھ بڑھایا۔ "کیونکہ مکدنیہ اور اخیہ کے لوگ یروشلیم
[illegible] مقدسوں کے لئے کچھ چندہ کرنے کو رضامند ہوئے۔"
(رومیوں ۱۵: ۲۶) - ایک طرف تو مذہبی نکتہ نگاہ سے اس
[illegible] کا یہ عمل اور رویہ قابل فخر ہے، لیکن اس کے ساتھ
[illegible] جماعت کی اقتصادی پریشانی کو بھی نظر انداز نہیں
[illegible] جا سکتا۔

یروشلیم کی کلیسیا کی مانند، ابتدائی صدیوں میں کہیں کہیں
[illegible] ایک کلیسیاؤں نے اشتراک جائیداد کے دستور کو اپنایا۔
[illegible] دوسری صدی کے اوائل میں لکھی گئی کتاب بعنوان "تعلیم الرسل

۱۔ رُوس میں مسیحیّت

گو پہلی صدی عیسوی میں روس میں مسیحیت کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور کسی حد تک کامیاب بھی رہی لیکن اس کا اثر دیرپا نہ رہا۔ رُوسی مورخین کا خیال ہے کہ مسیح خداوند کے رسول مُقدس اندریاس نے اس سرزمین میں بشارت دی۔ پہلی سات صدیوں میں مسیحیت کو بہت کم کامیابی نصیب ہوئی۔ کائیو میں کلیسیا قائم ہوئی لیکن یہاں پر مسیحیوں کی بہت قلیل تعداد تھی۔ ۸۶۷ء میں قسطنطنیہ کے بطریق نے پہلی اسقفی کلیسیا قائم کی۔

کائیو کی پہلی حکمران جس نے مسیحیت کو قبول کیا، اولگا تھی۔ اُس نے ۹۴۵ء سے ۹۶۴ء کے درمیانی عرصہ میں قائم مقام کی حیثیت سے حکومت کی۔ ایک روایت کے مطابق اس کی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی رُونما ہوئی اور اس نے مسیحی ایمان کو قبول کیا۔ اور اسے قسطنطنیہ میں بپتسمہ دیا گیا۔ وہاں اُسے شاہی خاندان کی طرف سے شادی کی پیشکش کی گئی جسے اس نے ٹھکرا دیا اور کائیو میں واپس آ گئی، جہاں اُسکے ایمان کا اس کے بیٹے سواتوسلاو اور اس کی رعایا پر بہت کم اثر ہُوا۔

ولادی میر اولگا نے ۹۷۸ء سے ۱۰۱۵ء تک روس پر حکومت کی اور وہ پہلا شخص تھا جو پورے ملک کو مسیحیت کے جھنڈے تلے لانے میں کامیاب ہُوا۔ کہانی کچھ یوں ہے کہ اسی دوران ملحد لوگوں میں زبردست بیداری کا آغاز ہُوا تو ولادی میر نے اس مشن پر مختلف ممالک میں علماء کو بھیجا کہ وہ یہودیت، اسلام اور مسیحیت کی رُومی اور یونانی روایات

تیز تر کر دیا ہے اور روسی آرتھوڈاکس کلیسیا کے سربراہ پائمن بطریق سے اس کا غیر انسانی سلوک ظلم کی منہ بولتی تصویر ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ انسانی نکتۂ نگاہ سے قوان تمام جنگوں میں کلیسیا کو شکست ہوئی ہے۔ لیکن موجودہ دور میں کلیسیا گذشتہ ایام کی نسبت لوگوں کو مسیح کے پاس لانے میں زیادہ کامیاب نظر آتی ہے۔

ہم اِس حقیقت سے اِنکار نہیں کر سکتے کہ انسانی کمزوری میں انجیل کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ تاریخی سیاق و سباق کا جائزہ لینے سے بعد میں موجودہ دور کی ایک مثال پیش کروں گا۔ فادر دمتری دُدکو، راسخ الاعتقاد کلیسیا کا ایک سرگرم پاسبان، اعلانیہ ماسکو کے ایک گرجا گھر میں انجیل کی خوشخبری کو پیش کرتا رہا اور جب سزا کے طور پر اسے ایک دیہاتی علاقہ میں جلاوطن کر دیا گیا تو وہاں بھی وہ روسی راسخ الاعتقاد کلیسیا کے ارکان کے سامنے انجیل کے بھیدوں کی وضاحت کرتا رہا۔ یہ ایک مسلّم امر ہے کہ روسی کلیسیا نے بشارت کے سلسلہ میں تاریخ میں نمایاں کردار ادا نہیں کیا بلکہ اس کی بطور یہ، بشارت پر جاری رہی ہے۔

فادر دُدکو نے روسی آرتھوڈاکس کلیسیا میں وعظ کا ایک نیا اسلوب ایجاد کیا ہے۔ وہ سامعین کو کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دیتا ہے تاکہ وہ ان پر اپنے سوالات لکھیں اور پھر فادر ان کے تحریری جواب دیتا ہے۔ اس کا نصب العین یہ ہے کہ وہ ایسے موضوعات پر درس دے گا جن کی عوام کو ضرورت ہے اور یوں لوگ اس کی باتیں دلچسپی سے سنیں گے۔

اُس کے اِس طرزِ کلام سے زیادہ سے زیادہ نوجوان اُس کے گرجا گھر میں آنے لگے۔ سوویت یونین کے حکام کی یہ خواہش ہے کہ کلیسیا کا نوجوان

لیکن اُس نے نظریاتی اختلاف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یہ واقعہ بیان کیا کیونکہ اس کے بیان میں اس کی محض علمی دلچسپی تھی۔ "میں نے سوویت نظام میں ہر طرف بداخلاقی، غیر انسانی رویہ، بدی اور اخلاقی ضابطوں کے فقدان کا بغور مشاہدہ کیا۔ تاہم میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ مسیح کی تعلیم اس سرزمین میں موجود تھی اور بعض لوگ اِس بداخلاقی اور مسیحی تعلیم میں ایک نمایاں تضاد دیکھ رہے تھے۔ مسیحیت نے انفرادی قدروں پر زور دیا انسانیت، معافی، علم اور محبت کا درس دیا۔ انہی باتوں نے اس بچے کے ذہن کو متاثر کیا جس کا تذکرہ فادر دُدکو نے اپنے وعظ میں کیا۔ لیکن اس شام فادر دُدکو نے مجھ پر بھی اس بھید کو واضح کر دیا کہ مسیحی ضابطۂ اخلاق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس ضابطۂ اخلاق کا وجود دو ہزار سال سے ہے اور اس نے انسانوں کے شخصی تعلقات پر زور دیا ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جو اشتراکیت میں نہیں ملتیں۔" ان خوبیوں کا فقدان ہمیشہ سوویت زندگی میں ایک پریشان کن حقیقت ہے۔

اُس طالب علم نے مزید بیان کیا کہ اتوار کے روز شام کے وقت خفیہ پولیس نے فادر دمتری دُدکو کو گرجا گھر میں گرفتار کر لیا۔ وہ اُسے تفتیش کے لئے لے گئے۔ لیکن خداوند کا شکر ہے کہ نہ تو اُسے پاسبانی فرائض ادا کرنے سے منع کیا گیا، اور نہ ہی اُسے قید کیا گیا بلکہ اُسے ایک اور گرجا گھر میں تبدیل کر دیا گیا جہاں وہ نہایت وفاداری سے اپنے فرائض ادا کرتا ہے۔

اِن حالات کے پیشِ نظر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ روسی کلیسیا میں مسیحی ایمان ہیرے کی مانند ہے جس میں ایذارسانی کی تراش

پر قائم ہے۔ کلیسیا کو یہ حق نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اپنے نوجوانوں کی مذہبی تربیت کے لئے باقاعدہ جماعتوں کا اہتمام کر سکے۔ لیکن جنگِ عظیم دوم کے بعد حکومت نے کلیسیا کو علمِ الٰہی کی آٹھ درسگاہوں میں پاسبانوں کی تربیت کی اجازت دے دی۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۵ء تک سکولوں میں مسیحی تعلیم تو کجا، علمِ الٰہی کی کوئی درسگاہ نہیں تھی۔

سوم۔ روسی راسخ الاعتقاد کلیسیا نے ۱۹۵۵ء سے کلیسیائی اصلاح کا فیصلہ کر رکھا تھا اور اس نصب العین کے حصول کے لئے پوری طرح تیار تھی۔ لیکن انقلاب کے حائل ہونے سے اصلاح کے مراحل کو جاری نہ رکھ سکی کیونکہ حکومت نے اس سلسلہ میں ہر طرح کے اجلاس پر پابندی عائد کر دی تھی۔ انقلاب عین اس دور میں رونما ہوا، جب کلیسیا مختلف امور پر اصلاح کے لئے بحث و تمحیص میں مصروف تھی اور کلیسیا کے قائدین جو بہت سی کلیسیائی اصلاحات کے خواہاں تھے، قید کی سلاخوں کی زینت بن گئے۔

انقلاب کے بعد اشتراکی حکومت اور کلیسیا کے قائدین کے مابین تصادم ہوا۔ اشتراکیوں نے فوری طور پر ہر ایک شخص سے حکومت سے وفاداری کا تقاضا کیا۔ نئے تقاضے پرانے نظام میں پورے نہیں ہو رہے تھے اس لئے اشتراکیوں نے تہیہ کیا کہ کلیسیا چونکہ پرانے نظام کا ایک مضبوط ستون ہے۔ اِس لئے اسے ہر قیمت پر اپنی راہ سے ہٹانا ضروری ہے۔

کلیسیا کے کشت و خون کے سلسلہ میں کلیسیائی قائدین کا ردِ عمل بہت شدید تھا۔ اور ان کے الفاظ کو عوامی حلقوں میں کافی حد تک ہوا دی جاتی۔ گو ان الفاظ سے صورتِ حال مزید خراب ہو جاتی تاہم ان مشکل حالات میں خاموش رہنا بھی ممکن نہ تھا۔ تقریباً انقلاب کے دس

[illegible] کر استعمال میں لائیں۔ کلیسیا کو اپنے اداروں کو از سرِ نو تشکیل دینے
کی اجازت دی گئی اور ماسکو کے بطریقی حلقہ میں ایک جریدہ کی اشاعت
کی اجازت بھی مل گئی۔ (انہی ایام میں مسیحی علمِ الہٰیات کی ۸ درسگاہیں بھی
کھول دی گئیں)۔ ان حقوق کے عوض کلیسیا نے اپنے فرائض کو نظرانداز
نہیں کیا بلکہ قومی سطح پر جنگ میں حتی المقدور مدد کی۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دور کلیسیائی ایذارسانی میں کسی حد
[illegible] سکون کا دور ہے۔ اور کلیسیا کے قائدین پر انگلی اٹھانا کچھ نامناسب
ہے کیونکہ اگر انہوں نے ریاست سے سمجھوتہ کیا تو محض کلیسیا کی بقا و بہبود
کے لئے یہ قدم اٹھایا۔ تاہم ایسے قائدین کلیسیا بھی تھے جن پر حکومت بھروسہ
[illegible] تھی اور وہ بوقت ضرورت سوویت حکام کے حسب منشا بیان
دینے کے لئے تیار تھے۔ لیکن اس سمجھوتہ کے ساتھ ساتھ کلیسیا کے
[illegible] شعبوں میں انجیل کی آواز بھی گونجنے لگی۔ اور روسی کلیسیا کی لطوریہ
اس انداز میں ادا کی جاتی تھی جس میں روحانی پہلوؤں کو خاص طور پر
[illegible] دکھایا جاتا تھا۔ یوں بہت سے لوگ مسیح کے پاس آنے لگے۔

لیکن اس سے ہم یہ بھی اخذ نہیں کرتے کہ ریاست نے کلیسیا کے
[illegible] سے قیدیوں کے تمام کیمپ خالی کر دیئے گئے۔ ان کیمپوں میں
[illegible] کی ایذارسانی جاری تھی، صرف چند ایک مسیحی رہا کر دیئے گئے۔
[illegible] بہت سے قیدی ۱۹۵۳ء میں سٹالن کی موت تک قید کی اذیتیں
[illegible] گرفتار رہے۔ ۱۹۵۵ء کے وسط میں قیدیوں کے کیمپ بند ہونا
شروع ہو گئے اور بہت سے مسیحی رہا کر دیئے گئے۔ وہ اپنے آبائی
[illegible] قصبوں اور شہروں میں واپس آ گئے اور اب ان کے پاس

مہم کا آغاز کر دیا۔

کلیسیا کی ایذا رسانی کے تیسرے دور میں خروشچیف کا کیا رویہ تھا؟ اس وقت روسی آرتھوڈاکس کا بطریق الیکسی تھا۔ جس وقت اُسے منتخب کیا گیا تو وہ بہت بوڑھا اور کمزور شخص تھا۔ کسی نہ کسی طرح وہ ایذا رسانی سے بچ گیا۔ تاہم جہاں تک اُس کی شخصیت کا تعلق ہے، فیصلہ کرنے میں بہت کمزور تھا۔ ۱۹۵۰ء میں کلیسیا کا انتظام مطران نکولائی کے ہاتھ میں تھا جس نے حکومت کے ساتھ اس بات پر اتفاق کیا کہ "جیو اور جینے دو"۔ لیکن جب خروشچیف نے کلیسیا کی تطہیر کا آغاز کیا تو نکولائی کو اس کے عہدہ سے ہٹا دیا گیا اور اس کی جگہ ایک بہت ہی نوجوان شخص کو متعین کر دیا۔ یہ شخص سوویت نظام کی پیداوار اور اشتراکی حکام کے زیر اثر تھا۔ اس کا نام نکدمیس تھا اور اس نے دنیا کے سامنے کلیسیا کا ایک نیا رخ پیش کیا۔ اور یہی وہ شخص تھا جس نے ورلڈ کونسل آف چرچز کے ساتھ مذاکرات کئے تاکہ روسی آرتھوڈاکس کلیسیا اس عالمی تنظیم میں شامل ہو سکے۔

مطران نکدمیس کا خیال تھا کہ دنیا والوں کے سامنے حکومت کی حمایت میں مسیحیوں کی بہتری ہے۔ اس نے بیان دیا کہ "سوویت یونین میں کسی قسم کی ایذا رسانی نہیں اور کلیسیا کو اپنے معاملات نپٹانے کی مکمل آزادی ہے کیونکہ آئین میں واضح طور پر درج ہے کہ کلیسیا اور ریاست دونوں الگ ہیں"۔

جب یہ بیان شائع ہو رہے تھے، کلیسیا کی ایذا رسانی روز بروز بڑھ رہی تھی۔ مسیحی علم الہیات کی درسگاہیں بند کی جا رہی تھیں۔ کچھ

گیا۔

ایذا رسانی کے اس دور میں الیگزینڈر سولزینٹسن نے کلیسیا کے دفاع کے لئے پیش قدمی کی۔ اس نے اپنے مشاہدات ان الفاظ میں پیش کئے۔ "وسطی روس میں سڑک پر سفر کرتے ہوئے آپ دیکھیں گے کہ گرجا گھروں پر سے صلیبیں اتار دی گئی ہیں۔ چھتوں پر گھاس اُگی ہوئی ہے اور دیواروں میں شکنیں پڑی ہوئی ہیں۔ زرعی مشینوں سے قبرستانوں کا نام و نشان مٹ چکا ہے۔ گرجا گھروں کی دیواروں پر مقدس تصویروں کے ساتھ ساتھ غیر شائستہ تحریریں کندہ کر دی گئی ہیں۔ ان عبادت گاہوں کے برآمدوں میں ٹریکٹر کھڑے ہیں۔ چونکہ دیہاتوں میں گرجا گھروں کی پختہ عمارتیں ہوتی تھیں، اس لئے انہیں اب زرعی مشینری کے سٹوروں کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کئی گرجا گھروں میں خراد کی مشین نصب ہیں۔ بعض ایک بند پڑے ہیں اور بعض ایک اشتراکی نوجوانوں کی کلبوں کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں اور ان پر ایسے نعرے لکھے ہیں مثلاً "ہم دودھ کی پیداوار کو اپنا نصب العین بنائیں"۔ بعض ایک مسیحی عبادت گاہوں پر اشتراکی کارنامے اور نظمیں کندہ کی گئی ہیں۔ کسی گرجا گھر کی دیوار پر ایسا اشتہار چسپاں ہے "فلم شو ۶ بجے اور محفل رقص ۸ بجے" وغیرہ وغیرہ۔

مخالف مذہب ایذا رسانی کے اس دور کو لوگوں نے شدت سے محسوس کیا اور اس تلخی سے وہ بوڑھے لوگ بھی دوچار ہوئے جو گذشتہ چند پشتوں سے راسخ الاعتقاد کلیسیا کے دفاع کے لئے سرگرم تھے۔ لینن نے یہ خیالات پیش کئے کہ گرجا گھر تو صرف بوڑھے لوگوں سے بھرے پڑے

بیداری کی لہر ہے جس سے زیادہ تر نوجوان طبقہ متاثر ہو رہا ہے۔

کلیسیا دورِ حاضرہ میں

روس میں مسیحیت کے سلسلہ میں یہ بہت حیرت انگیز اور قابلِ تعریف بات ہے کہ ۱۹۳۰ء اور اس کے بعد جس خفیہ کلیسیا کا ذکر ہوتا تھا، اب وہ دلیری سے اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کر رہی ہے۔ اِس کلیسیا کے بزرگ اور نوجوان سب نہ صرف اپنے تحفظِ ایمان کے سلسلہ میں زبان سے اظہار کرتے ہیں بلکہ تحریری طور پر بھی ان کی یہ کاوش جاری ہے۔ چنانچہ روس بلکہ پورے سوویت یونین میں عقائد و تعلیم کے سلسلہ میں مسیحی ادب میں خاطر خواہ اضافہ ہُؤا ہے۔

کلیسیا کی یہ آواز نہ صرف روس بلکہ جارجیا، آرمینیا، لیتھونیا اور یوکرین کی جمہوریتوں کو بھی متاثر کرتی ہے۔ سوویت یونین کی اِن مفلوج جمہوریتوں میں مسیحی نہایت مؤثر طور پر اپنے موقف کا اظہار کر رہے ہیں۔

خروشچیف کے زوال کے بعد ۱۹۶۴ء میں ایذا رسانی کا زور کسی حد تک کم ہو گیا۔ ۱۹۶۴ء سے ۱۹۶۸ء، ۱۹۶۹ء ایسے ایام ہیں، جب کلیسیا کے لئے حالات پریشان کُن نہیں تھے۔ گو مسیحیوں کو اپنی سیمنریاں، گرجے یا راہب خانے کھولنے کی اجازت تو نہیں تھی لیکن کلیسیا میں وہ پہلا سا خوف و ہراس بھی نہیں تھا۔

جب ۱۹۶۹ء میں کلیسیا کے لئے ایذا رسانی کا دَور شروع ہُؤا تو یہ صرف چیدہ شخصیتوں تک محدود تھا۔ اِس سے ساری کلیسیا متاثر

نہیں ہوئی تھی۔ تاہم ملک کے ہر کونے میں اس کے اثرات تھے۔ اس سے تمام جماعتیں بھی متاثر نہیں ہوئی تھیں۔ ان ایام میں طریقۂ کار کچھ یوں تھا کہ بعض ایک مسیحی قائدین اپنے ایمان کی خاطر آواز بلند کر رہے تھے۔ مثلاً وہ لیتھونیا اور جارجیا میں اپنے حقوق کے لئے احتجاج کر رہے تھے۔ اُن کا مطالبہ یہ تھا کہ لیتھونیا کی رومن کاتھولک کلیسیا کو سوویت قوتوں سے آزاد کیا جائے تاکہ وہ خود مختار کلیسیا کی حیثیت سے اپنے تمام فیصلے خود کر سکیں۔

جن لوگوں نے اپنی صورتِ حال کے لئے کھُل کر لکھا اور کسی نہ کسی طرح سے اپنی تحریرات سوویت یونین سے باہر بھیج دیں، ایذا رسانی کا شکار ہوئے۔ ان لوگوں کا تقاضا یہ تھا کہ سوویت یونین میں کلیسیا کی رجسٹریشن کے قانون کو منسوخ کر دیا جائے تاکہ حکومت کسی صورت میں کلیسیائی معاملات میں دخل انداز نہ ہو سکے۔

یہ سلسلہ جاری رہا اور یہ آواز سوویت یونین کے ہر گوشے میں گونج رہی تھی اور رفتہ رفتہ دنیا کی دیگر کلیسیاؤں میں یہ دستاویزات پہنچا دی گئیں۔ تاہم یہ تحریک سیاسی نوعیت کی نہیں ہے بلکہ وہ ایک نئے سماج کی تشکیل میں تعاون کے خواہاں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس کام میں مسیحیت کا اہم حصّہ ہو۔

کلیسیا کی موجودہ صورتِ حال بہت حد تک حوصلہ افزا ہے کیونکہ رجسٹرڈ اور غیر رجسٹرڈ جماعتیں ہر دو انجیل کی منادی میں مصروف ہیں۔ کلیسیا ۶۴ سال سے ایذا رسانی کا شکار ہے اور اشتراکیوں

پیغام کو قوموں کے سامنے پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں، اور ناکامیوں کی ان زنجیروں سے ابھی تک ہم ترقی کی طرف گامزن ہونے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ ان کوتاہیوں کو دور کرنے کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز ہیں۔

۱۔ مؤثر بشارت

اکثر اوقات ہماری منادی غیر مؤثر ہوتی ہے۔ زندہ خدا کی کلیسیا حق کا ستون اور بنیاد ہے۔ (۱۔تیمتھیس ۳: ۱۵) لیکن ہماری کلیسیاؤں میں حق کا یہ ستون کمزور نظریات سے اپنی پختگی کو ظاہر نہیں کرتا۔ ہماری بہت کم کلیسیاؤں میں روح سے معمور منجھے ہوئے مبشر ہیں۔ اگر ہماری یہ آرزو ہے کہ کلیسیا کے عوام اشتراکیت کی وبا سے محفوظ رہیں تو لازم ہے کہ بشارتی پروگرام مؤثر ہوں۔

انجیل کا خالص پیغام ضرورت مند روحوں تک پہنچایا جائے۔ بعض اوقات دورِ حاضرہ میں آزاد خیال واعظین انجیل کے پیغام کے ساتھ غیر انجیلی نظریات کو پیش کرنے سے مکمل سچائی کو بیان نہیں کر پاتے۔ مسٹر بنستن نے اس سلسلہ میں یہ مشورہ دیا ہے کہ کلیسیا میں آیتی اور مضمونی پیغامات کی بجائے زیادہ تر تفسیری پیغامات دیئے جائیں۔ یوں مبشر اپنے آپ کو خداوند کے کلام تک محدود رکھنے کی کوشش کریگا۔

یہ بنیادی حقیقت ہے کہ واعظ کا پیغام بائبل پر مبنی ہو۔ لیکن اسلوب بیان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مبشر کی آواز، چہرے کے تاثرات، اور اندازِ بیان مؤثر نہیں، تو ممکن ہے کہ پیغام لوگوں کے دلوں میں تاثیر نہ کرے۔" اگر نرسنگے کی آواز صاف نہ ہو تو کون لڑائی کے

سنڈے سکول، اشتراکیت کے خلاف جدوجہد میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ نوجوانوں کی انجیل کی سچائیوں سے واقفیت، اشتراکیت کے لئے بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوگی۔ لیکن ہماری پاکستانی کلیسیا کی صورتِ حال یہ ہے کہ سنڈے سکول میں حاضری اور طریقِ تربیت بہت حد تک حوصلہ شکن ہے۔ اگر ہم یہ کہتے رہیں کہ اشتراکیت اور بے دینی آخری زمانے کی علامتیں ہیں اور اس سلسلہ میں کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا تو سب سے پہلے ہم مسیحیوں کو اس طوفان میں غرق ہونا چاہیئے۔ ہمیں جرأت اور حکمت سے اِن حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا بلکہ ہم اِن حالات سے نپٹنے کا حل تلاش کریں۔

سنڈے سکولوں کا صرف یہی مقصد نہیں کہ نوجوانوں کو بائبل کی تعلیم سے واقفیت دلائی جائے۔ بلکہ انہیں مسیح کی خدمت کے لئے تیار کیا جائے۔ بائبل کی چند آیات سکھانے یا اُن کے ساتھ مل کر دعا کرنے یا انہیں پکنک کے لئے لے جانے کی نسبت یہ کہیں اعلےٰ مقصد ہے۔ ان کی اس طرح سے تربیت کی جائے کہ وہ مسیحی ایمان کا اپنی زندگی پر اطلاق کر سکیں۔

نوجوانوں کی تربیت کے سلسلہ میں کلیسیا اس بات کا بھی خیال رکھے کہ ہمارے اساتذہ بھی مسیحی خوبیوں کے حامل ہوں۔ ہم یہ توقع نہیں کر سکتے کہ نوجوان اپنے اساتذہ اور قائدین کی نسبت بہتر صلاحیتوں کے مالک ہوں۔ اگر ہمارے سنڈے سکولوں میں اساتذہ پورے طور پر تربیت یافتہ نہیں تو طلبا ضرور موازنہ کریں گے کہ سکول کی نسبت یہاں استاد کم اہلیت رکھتے ہیں۔

ب۔ نوجوانوں اور بچّوں کی تربیت کے سلسلہ میں خاندانی قربانگاہ کے تصوّر کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ یوں خداوند خاندان کا مرکز ہوگا۔ ہماری کلیسیا میں خاندانی عبادت کا تصوّر و عمل بہت کم گھرانوں میں موجود ہے۔ اکثر گھرانوں میں کھانے پر مختصر سی دعا کے علاوہ اور کسی وقت دُعا کا تصوّر ہی نہیں ہے۔

لازم ہے کہ نوجوانوں کے لئے بائبل کی تعلیم کا اجرا، گھر سے ہو۔ خدا کے کلام سے محبّت اور حکمت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا اور کوئی نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ کلیسیا میں سنڈے سکول کا وجود ضروری ہے، لیکن خاندانی قربانگاہ اِس سے افضل ہے۔ اگر گھر میں مطالعہ بائبل اور دعائیہ زندگی کا ماحول نہیں تو بچّے یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ "اگر ہمارے والدین بائبل کی تعلیم کی اہمیت کو نہیں سمجھتے تو ہمیں بھی اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

بعض اوقات مسیحی والدین کے بچّے کالج اور یونیورسٹی میں جا کر لادینی تعلیمات کے جنگل میں پھنس کر راہ اور حق اور زندگی سے منحرف ہو جاتے ہیں اور اس مقام پر والدین بہت پریشان ہو جاتے ہیں، لیکن اس وقت پریشان ہونا بے سود ہے۔ کیونکہ بہت پہلے انہیں، اپنے بچّوں کے دلوں میں خداوند کے کلام کا بیج بونا چاہیئے تھا۔ وہ والدین جن کا یہ خیال ہے کہ اُن کے بچّوں کی مسیحی تعلیم کے لئے سنڈے سکول ہی واحد درسگاہ ہے اور وہ خود اُنکی مسیحی زندگی میں کوئی کردار ادا نہیں کرتے، تو عین ممکن ہے کہ اُن کے بچّے کالج کے ماحول میں جا کر سنڈے سکول کی تعلیم کو رَدّ کر کے نئے

نظریات کو اپنا لیں۔

لازم ہے کہ مسیحی خود بھی بائبل کا مطالعہ کریں اور دعائیہ زندگی کو اپنا معمول بنائیں۔ ہماری کلیسیاؤں کے اکثر خاندانوں میں خاندانی عبادت کا فقدان ہے اور اکثر پڑھے لکھے گھروں میں بائبل کے مطالعہ کا شوق بھی نہیں۔ ایسے مسیحی صرف اتوار کے دن بائبل کی تعلیم سے آشنا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسی صورتِ حال میں اگر اُن کے گھرانوں کے افراد پر لادینی نظریات حاوی ہوجائیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

مطالعہ بائبل سے یہ مراد نہیں کہ فرض سمجھ کر بائبل کی چند آیات پڑھ لیں۔ کلام کی تلاوت کے بعد اس پر غور و خوض کیا جائے، اس کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور کلام کے اس حصہ کا تعلق اپنی اور خاندانی زندگی پر کیا جائے۔ اگر والدین ایک گھنٹہ بھی بائبل کے مُطالعہ میں وقت گزاریں، تو خدا کے کلام کی روشنی میں مختلف پریشانیوں، خاندانی جھگڑوں کا حل ملے گا۔ بعض اوقات جب اُن کے بچے بائبل سے متعلق ان کے پاس کوئی سوال لے کر آتے ہیں اور وہ اس کا جواب نہیں دے سکتے، تو ایسی حالت میں انہیں ندامت ہوتی ہے۔ "وقت کے خیال سے تو تمہیں اُستاد ہونا چاہیئے تھا۔ مگر اب اِس بات کی حاجت ہے کہ کوئی شخص خدا کے کلام کے ابتدائی اصول تمہیں پھر سکھائے اور سخت غذا کی جگہ تمہیں دودھ پینے کی حاجت پڑ گئی۔" (عبرانیوں ۵ : ۱۲) یہ آیت پاسبانوں کے لئے نہیں بلکہ کلیسیا کے عوام کے لئے لکھی گئی تھی۔ بعض گرجا گھروں میں عبادت

گذاروں کی تعداد بھی تسلی بخش ہوتی ہے، لیکن ان میں سے بعض مسیحی ایمان کی ابتدائی باتوں سے پورے طور پر واقف نہیں ہوتے۔

ارکان کلیسیا کی روحانی ترقی دُعا کو بہت زیادہ اہمیت حاصِل ہے۔ وہ انسان مبارک ہے جو اپنے کاروبار کے لئے اپنے خداوند سے مشورت کرتا ہے۔ لازم ہے کہ مسیحی تخلیہ میں خدا کے ساتھ وقت گذاریں، خداوند کی حضوری کو محسوس کریں۔ اگر خداوند ہمیں چھوڑ دیتا ہے تو اس کی صرف یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ ہم نے اسکے وسائلِ نجات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ہماری کلیسیا کو بیداری کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ اس کا تعلق صرف چند ایک مبشرین اور قائدین کلیسیا پر ہے اور خود اپنی روحوں کو خدا کے رحم کے پانی سے غسل نہ دیں، تو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ میرا آپ قارئینِ کرام سے یہ سوال ہے کہ آپ کتنا وقت مطالعۂ بائبل اور دُعا میں صرف کرتے ہیں؟ اشتراکی نظریات کے اثرات سے بچنے کے لئے یہ سب سے بہتر ذریعہ ہے۔

من حیث الکلیسیا ہماری ذمہ داریاں

اِس سے پہلے ہم نے اشتراکی خطرہ سے تحفظ کے لئے انفرادی طور پر قائدین کلیسیا اور کلیسیا کے عوام کی ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اجتماعی طور پر اشتراکیت سے نپٹنے کے لئے کلیسیا کو انسدادی اقدامات کا انتظام کرنا ہوگا۔

کلیسیا، صحیح معنوں میں کلیسیا ہو۔ بعض لوگ محسوس کرتے ہیں

کہ اشتراکیت نے کلیسیا کو اُس کے فرائض سے آگاہ کر دیا ہے کہ وہ اپنے دعادی کو عملی جامہ پہنائے اور اِس بات پر غور و خوض کرے کہ ابوّت الٰہی اور اخوتِ انسانی سے کیا مراد ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ جن جماعتوں کے لئے کوئی خطرہ درپیش نہیں ہوتا، وہ محبت کے فقدان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پادری جی۔ سی بنگھم نے کہا ہے کہ "جو کلیسیا ستائی نہیں جاتی مر جاتی ہے۔" اور کلیسیا کے لئے اشتراکیت سے بڑھ کر کوئی خطرہ نہیں۔ کسی چیلنج سے زندگی اور موت کا سوال پیدا نہیں ہو جاتا بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ کسی مخصوص صورت حال کے لئے کونسا طریقۂ کار اپنایا جائے تاکہ سماج کی بہتری کے لئے عملی قدم اُٹھایا جائے۔

۱۔ مسیح خُداوند کلیسیا کا مرکز ہو۔

علمِ الٰہی کے لحاظ سے تو یہ بیان نامکمل ہے کیونکہ کلیسیا کی جڑیں خدائے ثالوث میں ہیں۔ لیکن خدا کی پُرمحبت تدبیر کا انکشاف مسیح کی ذات میں ہوتا ہے۔ اور رُوح القدس مسیح کی باتوں کو ہم پر واضح کرتا ہے اور ہمیں مسیحی عمل کی قوت بخشتا ہے۔ یاد رہے کہ مسیح نے خدا سے انسان کے رابطہ کے لئے نہ صرف تعلیم دی، بلکہ عمل سے اپنی جان بھی دی تاکہ اس کے خون کے وسیلہ سے انسان کا خدا سے میل ملاپ ہو جائے۔ تاہم اُس نے سماج کی خدمت کو بھی نظرانداز نہیں کیا۔ لوقا ۴: ۱۶-۲۱ کے حوالہ سے سٹینلے جونز یوں اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے "مسیح خداوند نے نہ صرف لفظی

طور پر آسمان کی بادشاہت کا بیان کیا بلکہ وہ بذاتہٖ عملاً خدا کی بادشاہت تھا۔ اگر آپ آسمان کی بادشاہت کو دیکھنا چاہتے ہیں تو اُس پر نگاہ ڈالیں۔ خدا اور انسان سے اس کے روابط ہیں، ہر نسل اور طبقہ کے لوگوں سے اُس کے تعلقات ہیں، غریبوں، کچلے ہوؤں، اور نادار لوگوں سے اس کی ہمدردی ہیں، انسان کے زوال سے عروج کے لئے ترقی کے امکانات ہیں، انسانی رفاقت ہیں، اس کے نظریات اور عمل و زندگی میں ہم خدا کی بادشاہت عملاً دیکھتے ہیں۔ اس کی صلیب میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ ہم کیونکر بدی کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ بزدلی نہیں بلکہ مثبت مدافعت ہے۔ وہ محبت سے نفرت پر غالب آیا۔ اس نے نیکی سے بدی کو شکست دی اور اُس اپنی صلیب سے دنیا پر فتح پائی۔

۲۔ کلیسیا آسمان کی بادشاہت کے اظہار کا آلۂ کار ہو۔

کلیسیا تاریخ میں کبھی کامل نہیں ہو سکتی کیونکہ کمزور اور گنہگار انسانوں سے تشکیل شدہ ہے۔ لیکن ان کمزوریوں کے باوجود یہ خدا کی بادشاہت کے لئے آلۂ کار بن سکتی ہے۔ یعنی وہ آسمان کی بادشاہت کی وسعت کیلئے بشارت دے۔ پاکستانی کلیسیا میں مشنری تحریک کے فقدان سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ کلیسیا کا نصب العین واضح نہیں ہے۔

۳۔ کلیسیا دنیوی الجھنوں سے آزاد ہو۔

کلیسیا کے مقاصد کی نوعیت ایسی ہے کہ یہ دنیوی الجھنوں سے

آزاد ہو کر اپنے مشن کے لئے کام کرے تاکہ اپنے آقا کی طرح اِس دنیا میں تو ہو، لیکن اس دنیا کی نہ ہو۔ کلیسیائی تاریخ میں بعض اوقات دنیا سے تعلقات اور بعض اوقات روحانیت پر زور دیا گیا۔ لیکن ہمیں ان دونوں میں توازن قائم رکھنا ضروری ہے۔ دورِ حاضرہ میں بھی انجیلی مسیحی، حصولِ نجات پر اس قدر زور دیتے ہیں کہ سماجی خدمت کو نظر انداز کر جاتے ہیں، اور کلیسیا کا ایک گروہ صرف سماجی خدمت پر اتنا زور دیتا ہے کہ انسان کی رُوح کے لئے چنداں فکرمند نہیں ہے۔ کلیسیا انسان کی رُوح اور جسم دونوں کے لئے فکر کرے۔

۴۔ سماجی خدمت کی بنیاد۔

مسیحی بحیثیت انسان، مذہبی رفاقت یعنی کلیسیا کا عضو ہے اور ریاست کا شہری بھی ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ مسیح انسان کی مخلصی کے لئے مُوا اور ہر انسان پر انفرادی اور تمام قوموں پر اجتماعی طور پر بادشاہی کرنے کے لئے ابدالآباد زندہ ہے۔ وہ دعوے کرتا ہے کہ مسیح خداوند ہی تاریخ کو پُر معنی بناتا ہے اور آخری عدالت کے لئے بھی وہی منصف ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دعاوی کا اطلاق، گھر، کلیسیا اور سماج پر کیونکر ہو سکتا ہے۔

اگر انسان خدا سے جُدا ہے اور حقیر مقاصد اور سطحی منصوبوں کا غلام ہے تو اس کی زندگی بے معنی ہے۔ جب فانی

چیزوں کو لافانی خدا کا مقام دیا جاتا ہے اور ان چیزوں کے حصول کے لئے ظلم و استبداد کا سہارا لیا جاتا ہے تو معیشت اور سماجی قوتیں انسانی زندگی پر قابض ہو جاتی ہیں۔

غلامی کے انسداد کے لئے مسیحیت نے ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اور کلیسیا نے نجات کی بشارت کے ساتھ ساتھ سماجی خدمت کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ انسان کے جسم و رُوح کی فکر کی بنیاد ابتدائی کلیسیا کی تاریخ اور کتابِ مُقدس پر ہے۔ سماج میں مسیحی عمل کے لئے بائبل کو سند کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ تخلیق سے متعلق مسیحی نظریہ یہ ہے کہ کائنات خدا کی دستکاری ہے اور الٰہی انتظام کے مطابق تمام انسان ایک ہی نسل سے ہیں اور ہر ایک شخص اپنے بھائی کا محافظ ہے۔

عہدِ عتیق کی تعلیم یہ ہے کہ خدا، انسان کے باہمی تعلقات میں [illegible] رکھتا ہے۔ اس نے بار بار اپنے انبیا
چار گناہوں کے سبب سے میں اس کو بے سزا نہ چھوڑوں گا۔ کیونکہ انہوں نے صادق کو روپیہ کی خاطر اور مسکین کو جوتیوں کے جوڑے کی خاطر بیچ ڈالا" (عاموس ۲:۶)۔ عاموس نے ان گناہوں کی سزا کے لئے عدالتِ الٰہی کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ "کیا خداوند کا دن تاریکی نہ ہو گا؟ اس میں روشنی نہ ہو گی بلکہ سخت ظلمت ہو گی

اور نورِ مطلق نہ ہوگا" (عاموس ۵: ۲۰) - یسعیاہ کی معرفت خداوند بنی اسرائیل پر واضح کرتا ہے کہ وہ خدا سے تعلقات کے لئے رسومات کی پابندی تو کرتے ہیں، لیکن انسانی تعلقات میں سردمہری کا مظاہرہ کرتے ہیں - اِس لئے وہ ان سے ناخوش ہے (یسعیاہ ۱: ۱۰-۱۷) -

۵ - کلیسیا سماجی خدمت کے لئے کیا کچھ کر سکتی ہے -

کتابِ مُقدّس میں کلیسیا کے لئے سماج اور قومی زندگی میں عمل کے لئے واضح احکام موجود ہیں - لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان احکام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کونسے مؤثر طریقے اختیار کئے جائیں -

کلیسیا کوئی سیاسی جماعت نہیں ہے، اس لئے اس کے پاس کوئی ایسی قوّت نہیں کہ اپنے حکم سے بُرائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کر سکے اور نہ ہی کسی اقتصادی اور سیاسی نظام کو تبدیل کر سکتی ہے - مزید برآں کلیسیا کو ایسا قدم اٹھانا بھی نہیں چاہئیے - کوئی سیاسی اور اقتصادی نظام مسیحی معیار پر پورا نہیں اُتر سکتا، دنیا میں کوئی بھی کامل انتظام نہیں ہے - اِس لئے کلیسیا کبھی بھی یہ دعویٰ نہ کرے کہ کِسی مخصوص اقتصادی یا سیاسی نظام کی مسیحی ایمان سے کِسی قسم کی مماثلت ہے -

بعض اوقات اشتراکی ماحول میں رہنے والے مسیحی پریشان ہو کر کہتے ہیں کہ "اشتراکیت تو واضح طور پر سیاسی اور اقتصادی پروگرام ہے، جب تک ہمارے پاس کوئی ٹھوس منصوبہ نہ ہو، ہم کیونکر اُن

40. Trueblood Elton. The Life we prize.
Harpers and Brothers Publishers NY. 1951

41. West Charles C. Communism & the Theologian.
Macmillan Co. N.Y. 1958.

42. William Albert. Lenin & October Revolution.
Progress Publishers Mosco, 1973.

43. Wurmbrand Richard. Who was Karl Marx. India

44. " " . Tortured for Christ. India

45. " " . The Answer to Mosco's Bible.
Hodder & Stroughton. London. 1975

46. " " " . The Soviet Saints.
Hodder & Stroughton. 1968

47. Lutk Roy B. Communism & Christianity
Scripture Publication. Inc. U.S.A. 1962

48. A Christian Handbook on Communism.
Committee on World Literacy & Christian literature

19. Hunter Edwards. Brain Washing in Red china. (The Vanguard Press. Inc. NY 1951
20. Jefferye M.V.C. Kingdom of this world. A.R. Nowbray Co. Limited London Oxford. 1950.
21. Johnston P.J. Operation World. StL Publication Bromely. Kent England 1978.
22. Jones F. Price. The church in Communist China Friendship Press. NY. 1962.
23. Leiper Hil. Christians confront Communism Foreign Missions & overseas interchurch Service NY.
24. Marx-Engles. Communist Manifesto. Progress Publishers, Mosco. 1970.
25. " " . On Religion. Progress publishers, Mosco, 1966.
26. Macmurray John. Creative Society. Association Press NY. 1936.
27. McIntire C.T. God — History & Historian. Oxford University Press NY. 1
28. Miller Elaxander. The Christian Significance of Carl Marx. (The Macmillan Co. NY. 1949).
29. Nash Ronald H. Ideas of History E.P. Dutton Co. Inc. NY. 1969

30. Oestraicher Paul. The Christian Marxist Dialogue, The Macmillan co. NY. 1969.
31. Patterson George M. Christianity in Communist China World Book Publishers, London, 1970
32. Petrosyan Maria. Humanism Progress Publishers, Mosco, 1972.
33. Roger Edward. A Christian Commentary on Communism. Wyvern Press, 1959.
34. " " . The Christian approach to Communism Edinburg House Press, London, 1962.
35. Schwarz Fred. You can trust the Communism Engleswood, cliffs, N.J. 1962.
36. Sheen J. Pulton. Communism & the Concience of the West. (Garden city Books NY. 1948.
37. Stapanova E. Karl Marx (A short biography) Progress Publishers, Mosco, 1968.
38. Tucker Robert. Philosphy & Myth in Karl Marx. (Cambridge University, 1961.
39. Tulgor Chester R. The Case against Communism Good News Publishers, Chicago, Illionis, 1949.

Bibliography

1. Anderson Paul. People, church and state in modern Russia. SCM Press Ltd. London, 1944.
2. Adney David. China christian Students face the Revolution. FES. Malaysia, 1973.
3. Barnette H.H. Communism. Who, What Why? (Broadman Press, Nashville, 1962.
4. Barnette J.C. Christianity & Communism; A Headman House Book Association press. N.Y. 1949.
5. Blanshard Paul. Communism, Democracy, & Catholic Power (The Beacon Press. Boston, 1952).
6. Benson David V. Christianity, Communism & Survival. (A Division of G/L. Publication Glendale, California, 1967.
7. Bourke Vernon J. The Essentials Augustine Hacket Publication Company. Indianapolis, 1964.

8. Chkhikvadze. The Soviet state & Law. Progress publishers. Mosco, 1969.
9. Clark G.H. A Christian View of Men & Things. WM.B. Erdman publishing Company, Grandrapid, 1967.
10. Cronyn G.W. A primer on Communism. E.P. Dutton, Co. Inc. 1960
11. Dekoster Lester. Communism & Christian Faith, William & Erdman Co. Grandrapid, 1956
12. Ebenstein William. Two ways of Life. Holt, Rinchart & Winston Inc. N.Y. 1962
13. Engles F. The origin of family, private Property & the State. (Progress publishers, Mosco, 1968.
14. Gih Andrew. When War comes. Marshall, Morgan & Scott, London, 1964.
15. Harbison S. Harris. Christianity's History. Princeton University press, 1964.
16. Hengle Martin. Property Riches in The Early Church. (Fortress Press Philadelphia. 1974.
17. Hoffer Eric. True Believer. Harper & Row Publishers N.Y. 1966.
18. Hunt C.R. The Theory & Practice of Commisum Macmillan Company. N.Y. 1952.

طابع ——— پادری ایس - ایل - برٹوس

مطبع ——— نورعالم پرنٹنگ پریس

تعداد ——— پانچ ہزار

بار ——— اوّل

قیمت ——— ۱۰ روپے

کتابت ——— تاج مسیح

ستمبر ۱۹۸۱ء

HAROON NAJAM
Future Colony, Landhi
Karachi-22

معنف کی دیگر

تصانیف

۱- خون کی جیت
۲- علم الوعظ
۳- باون وعظ
۴- سو وعظ
۵- مسیحی تیوہاروں پر ۲۶ وعظ
۶- شیطان کی دلہن۔

تراجم

۱- ابنِ آدم (خلیل جبران)
۲- مسیحی طریقِ حیات
۳- الٰہی راستبازی
۴- یسوع مسیح دورِ حاضرہ میں
۵- سب قوموں کو
۶- یروشلیم کی بیٹیاں